

تعمیر حیات

پندرہ روزہ

۱۰ نومبر ۲۰۱۰ء، ۳ رزی الحجہ ۱۴۳۱ھ

جلد نمبر (۲۰) شمارہ نمبر (۱)

حجۃ الوداع کی دعوتی، تبلیغی اور تربیتی اہمیت

آپ مدینہ سے اس غرض سے روانہ ہوئے کہ حج بیت اللہ کریں گے، مسلمانوں سے ملیں گے، ان کو دین کی تعلیم دیں گے، اور مناسک حج سکھائیں گے، حق کی شہادت دیں گے، اپنا فرض ادا کریں گے، مسلمانوں کو آخری نصیحتیں اور وصیتیں کریں گے، ان سے عہد و پیمان لیں گے، جاہلیت کے آثار و نشانات کو مٹائیں گے اور قدموں سے پاہل کریں گے، یہ حج ہزار وعظاء اور ہزار درس و تعلیم کا قائم مقام تھا، یہ دراصل ایک چلتا پھرتا مدرسہ، ایک متحرک مسجد، اور کشتی چھاؤنی تھی، جہاں ایک جاہل علم سے آراستہ ہوتا، تاہل اپنی غفلت سے بیدار ہوتا، سُست و کمال پُست و چالاک اور کمزور طاقتور بنتا، ایک اہل رحمت سفر و قیام ہر حالت میں اور ہر وقت ان پر سایہ فکرن رہتا، یہ رسول ﷺ کی محبت اور آپ کی محبت و شفقت اور آپ کی تربیت اور نگرانی و رہنمائی کا اہر رحمت تھا۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسینی ندوی



سالانہ زرقعوان - 250/-

فی شمارہ - Rs. 12/-



۱۰۳۱۱
۱۷۹۰۳۹



اس شمارے میں

۲	مولانا سید محمد حسنی	تقدیم کردہ تعمیر حیات کا مقصد
۳	شمس الحق ندوی	اداریہ قربانی کی اصل روح
۵	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	پیام عید عید الاضحیٰ کا پیغام
۷	مولانا غلام رسول مہر	حجۃ الوداع رسول اکرم ﷺ کا آخری حج
۱۱	مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری	ماہ حرام عشرہ ذی الحجہ کا پیغام
۱۳	مولانا عبدالماجد دریابادی	سنت ابراہیمی عید قربان
۱۷	مولانا سید محمد حسنی	مقصد قربانی قربانی کا صحیح راستہ
۱۹	مولانا نذیر الحق ندوی ازہری	ایک جائزہ ندوۃ العلماء اور تصفیہ فلسطین
۲۲	مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی	پیام انسانیت آئیے ہم سب مل کر جینا سیکھیں
۲۶	مفتی محمد ظفر عالم ندوی	فقہ و فتویٰ سوال و جواب
۲۷	خالد فیصل ندوی	فرائض و حقوق امجاد اور ان کا مقام و منصب
۲۹	جاوید اختر ندوی	خبر و نظر عالم اسلام
۳۱	م.ح.ج.	تعارف و تبصرہ رسید کتب
۳۲	حافظ جانندھری	شعر و ادب حضرت اسمعیل کی قربانی

تعمیر حیات

پندرہ روزہ
شمارہ نمبر ۲۸

۱۰ نومبر ۲۰۱۰ء مطابق ۳ رذی الحجہ ۱۴۳۱ھ

✦ زیر سرپرستی ✦
حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
(ناظر ندوۃ العلماء لکھنؤ)

✦ زیر نگرانی ✦
مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی
(ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ)

✦ مدیر مسئول ✦
شمس الحق ندوی
✦ نائب مدیر ✦
محمود حسن حسنی ندوی
✦ مجلس مشاورت ✦

✦ مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی ✦
✦ مولانا خالد ندوی غازی پوری ✦
✦ امین الدین شجاع الدین ✦

سالانہ رتعاون - 250/- فی شمارہ - 12/-
ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک کے لئے - \$50 ڈالر

ذراقت تعمیر حیات کے نام سے ہائیک اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں۔ چیک سے بھی جانے والی رقم قابل قبول نہ ہوگی۔ اس میں ادارہ کا نقصان ہوتا ہے۔ براہ کرم اس کا خیال رکھیں۔

✦ ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ ✦
Tameer-e-Hayat
P.O. No. 93 Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-7
E-mail: nadwa@sancharnet.in, Ph: (0522) 2740406

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا تعلق ہونا ضروری نہیں ہے

آپ سے زیادہ کسی اور کے لیے اگر کوئی کتب خانہ ہے تو اسے اپنا نام لکھ کر اور پتہ لکھ کر ہمیں بھیجیں۔ اگر وہ ہال یا فون پر ہوتا ہے تو اس کے آگے لکھیں۔ (تعمیر حیات) پر نظر پڑے تو اسے ہمیں بھیجیں۔ اگر وہ ہال یا فون پر ہوتا ہے تو اس کے آگے لکھیں۔ (تعمیر حیات) پر نظر پڑے تو اسے ہمیں بھیجیں۔ اگر وہ ہال یا فون پر ہوتا ہے تو اس کے آگے لکھیں۔ (تعمیر حیات) پر نظر پڑے تو اسے ہمیں بھیجیں۔



لکھنؤ انٹرنیشنل

لکھنؤ انٹرنیشنل کے بہترین رہنمائی کا قابل اعتماد مرکز

ویسٹرن یونین منی ٹرانسفر
پروپرائیٹرز
ارشاد خان
مقامی و بیرونی ہوٹل ریزرویشن
چھٹیوں میں ٹور اور ٹریپول کا خاص انتظام

ریٹ ویز، چھٹی ویز، بکس ویزہ کی اسٹیپنگ سروس



WESTERN MONEY
UNION TRANSFER

Tel : 0522-3916700/701/702/703 - Mobile : 9305573100 (24x7) - E-mail: airosa@rediffmail.com
G-1, Natraj Complex, 11-B.N. Road, Lalbag, Lucknow - 226001

جدید دلکش سونے، چاندی کے زیورات کیلئے ہمارے شوروم

کبر کی جلیں
KUBER
PALACE

Whenver you See Jewellery Think of us

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد معروف خاں، محمد فاروق خاں (چاند)

ایک مینارہ سید کے سامنے، اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ
Phone : 0522-2260433, Mobile : 9415024686

”تعمیر حیات“ کا مقصد

مولانا سید محمد الحسنی

رب کریم کا بے پایاں شکر و احسان ہے کہ ہندو روزہ تعمیر حیات لکھنؤ اس شمارے سے اپنے ۲۸ ویں سال میں داخل ہو رہا ہے، یہ صرف اس وحدہ لا شریک کا کرم و فضل ہے جس نے اس منزل تک رسالہ پہنچایا اور امید ہے ان شاء اللہ آگے کا سفر بھی اسی کریم رب کے سہارے جاری و ساری رہے گا، اس موقع پر ہم اس کے اولین لائق و فاضل مدیر مولانا سید محمد الحسنی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک یادگار تحریر شائع کر رہے ہیں جس سے اس رسالے کی مقصدیت و معنویت کا اندازہ ہوتا ہے۔ (ادارہ)

ندوۃ العلماء کے سالانہ جلسے ندوہ کے تعارف اور اس کے اغراض و مقاصد کی اشاعت کا بہترین ذریعہ تھے، ندوہ کے قیام کے فوراً ہی بعد ان جلسوں کی بدولت سارے ملک میں زندگی کی ایک لہر دوڑ گئی تھی اور چند ہی سال کے اندر اس نے مسلمانوں کے ہر طبقہ میں مقبولیت اور ہر لہجہ بڑی حاصل کر لی تھی، علماء، جدید تعلیم یافتہ طبقہ اور عامۃ المسلمین سب، اس سے بر ملا دلچسپی اور وابستگی کا اظہار کر رہے تھے، مختلف اسباب کی بنا پر رفتہ رفتہ ان جلسوں کی اہمیت کا احساس اور اس کا اہتمام کم ہوتا گیا، شاہجہاں پور اور عظیم آباد وغیرہ کے وہ تاریخی جلسے جنہوں نے مسلمانوں کے سامنے ایک بالکل نیا منظر پیش کیا تھا اور جن کے تذکرہ سے آج بھی دلوں میں حرارت اور انگ پیدا ہونے لگتی ہے ندوہ کے دارالعلوم سے کچھ کم اہم اور ضروری نہ تھے، ان کی بجائے خود بڑی اہمیت تھی اور عام مسلمانوں سے ربط قائم رکھنے، ان کی فکری و دینی رہنمائی اور معاشرتی اصلاح کے کام میں ان سے بڑی مدد مل رہی تھی، انہوں نے یہ کیے ہیں اور مفید سلسلہ بہت عرصہ سے بند ہے۔

”تعمیر حیات“ کے اجراء کا بڑا مقصد یہ ہے کہ یہ بات کسی نہ کسی درجہ میں حاصل ہو سکے اور مسلمانوں کو یاد دلا جا جائے کہ ندوۃ العلماء کس لئے وجود میں آیا، کن تخلصین اہل نظر نے اس کی بنیاد ڈالی، وہ کس بات کا داعی ہے، اس نے اس بدلے ہوئے زمانہ میں کیا تعلیمی نظام اختیار کیا ہے اور اس کے کیا اسباب ہیں، اس نے کس طرح مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کی دعوت دی ہے، اور اس کا اس میدان میں کیا کردار ہے، اس نے علوم نبوت کی کس طرح ترجمانی و اشاعت کی ہے اور قرآن وحدیث، فقہ اسلامی، سیرت نبوی اور دوسرے اسلامی علوم کی کیا خدمت کی ہے، اس نے عقل و قلب اور روح کے تقاضوں اور جائز بشری مطالبات، ایمانی کیفیات اور جدید معلومات کو کس طرح باہم جمع کیا ہے اور ان کے موہوم تضاد کو رفع کیا ہے، وہ جدید تمدنی مسائل میں مسلمانوں کی کس طرح رہنمائی کرنا چاہتا ہے اور مغرب کے چیلنج کا اس کے پاس کیا جواب ہے۔

وہاں کہ ”تعمیر حیات“ اس اہم مقصد کی تکمیل کا مفید ذریعہ بن سکے، اور اس سے دین کی خدمت، اسلامی کی حفاظت و اشاعت اور دینی تعلیمی مسائل میں مسلمانوں کی اہم ضروریات کی تکمیل کا کام لیا جاسکے۔

اس سلسلے میں سب سے بڑا فرض ندوۃ العلماء کے ان فرزندوں، خادموں اور مشتمین پر عائد ہوتا ہے جو تعلیم حاصل کر کے چائے ہیں، یا ابھی زیر تعلیم ہیں، وہ اگر توجہ کریں اور اس کو اپنا ایک فرض اور اس تعلق و انتساب کا جائز حق اور مطالبہ سمجھیں جو ان کو ندوہ سے ہے تو تھوڑی کوشش سے یہ بڑا کام انجام پاسکتا ہے اور اس کے ثمرات مسلمانوں کے حق میں ظاہر ہو سکتے ہیں، یہ محض کسی خاص طرز فکر، کسی خاص برادری اور حلقہ یا کسی محدود تعلیمی نقطہ نگاہ کی خدمت نہ ہوگی بلکہ عین اسلام کی خدمت ہوگی۔

﴿قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العلمین، لا شریک له وبذلک امرت وانا اول المسلمین﴾

☆☆☆☆☆

قربانی کی اصل روح

شمس الحق ندوی

ادھر ذی الحجہ کا چاند نکلا نہیں کہ ادھر قربانی کے جانوروں کی خریداری کا بازار گرم ہوا۔ بھیڑ اور بکروں کے جھنڈ شہروں میں یہاں وہاں نظر آنے لگے، خریداروں کا بھی ہجوم ہوا، کچھ خوش نصیبوں نے گزشتہ عید قربان گزارنے کے بعد ہی اگلی عید قربان کے لئے بکرے پالنا شروع کر دیے تھے، اور ان کو کھلانے پلانے میں پوری دریا دی اور سخاوت کا ثبوت دیا تھا، بچوں کی طرح کھلایا اور پالا تھا۔ ان پالے ہوئے بکروں کے گلے پر چھری چلاتے ہوئے بہتوں کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں، اور شاید اسی لئے قربانی کے جانور کو پہلے سے خریدنے اور اپنے ہاتھ سے کھلانے پلانے اور مانوس کرنے کا حکم ہے کہ بیٹے کی گردن پر باپ کے چھری چلانے کا ادنیٰ شباب تو پیدا ہو۔

ہم ان خریدے ہوئے جانوروں اور بکروں کو بڑے شوق و مسرت کے ماحول میں ذبح کرتے ہیں، کھاتے ہیں، کھلاتے ہیں، تین دن تک مسلسل کھانے کھلانے اور جانوروں کی گردن پر چھری چلانے کا ماحول قائم رہتا ہے۔ ان تین دنوں میں اتنی بڑی تعداد میں جانور ذبح ہو جاتے ہیں کہ کوئی بڑے سے بڑا یا ضعیف داں بھی ان جانوروں کا حساب لگائے تو مشکل میں پڑ جائے گا، لیکن کیا ہمیں اس کا کچھ بھی احساس ہوتا ہے کہ اس قربانی کا راز کیا ہے۔ جانور کو ذبح کر کے ہمارے دل میں کس بات کا احساس پیدا کرنا مقصود ہے۔ وہ گھڑی کتنی کٹھن گھڑی تھی جب ایک باپ نے اپنے لاڈلے اور جگر کے ٹکڑے کی گردن پر چھری رکھی تھی، کتنا مشکل تھا یہ امتحان۔ لیکن اس وقت آسان ہو جاتا ہے جب باپ کو یہ یقین ہوتا ہے کہ ہمارا بھی اور ہمارے اس جگر گوشہ کا بھی مالک وہی ہے جو اس کے ذبح کرنے کا حکم دے رہا ہے، باپ کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے، اور ان الفاظ کے ذریعہ ایک کے علاوہ سب سے براءت کا اعلان کر دیا جاتا ہے: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حٰنِيفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ بیٹے کی گردن پر چھری چلانا اس بات کا رمز تھا کہ رَح

س ر تسلیم ثم جو مزاج یار میں آئے

آقا کے حکم کی تعمیل کے لئے حاضر ہوں، بندہ ہوں بندگی کی لاج رہ جائے، جب باپ سے بیٹے کی گردن پر چھری چلو کر یہ غمونہ پیش کر دیا گیا کہ آقا کی اطاعت میں اتنا مشکل کام بھی اس پتلے خاک کے لئے آسان ہو جاتا ہے، تو پھر اپنی خواہشات، ذاتی مفادات یا جماعتی آن بان کو اس آقا کی رضا مندی اور امت مسلمہ کے مفاد کیلئے قربانی کرنا کیا اس سے بھی مشکل ہے، اولاد ہی کے لئے تو انسان کہاں کہاں بھٹکتا ہے، اسی کے مستقبل کے لئے جھوٹ بول جاتا ہے۔ پرانے مال کو اپنا بنا لینے کے جرم کا مجرم بن جاتا ہے، رشوتیں لیتا ہے، نہ جانے کیسے کیسوں کی خوشامد کرتا ہے، جب اس بیٹے کی گردن پر چھری چلا دینے کا نمونہ سامنے آ گیا تو کیا ان تمام چیزوں کو قربان کر دینا آسان نہیں ہو گیا، جن کو انسان بیٹے ہی کی خاطر بیٹا دینے والے کے حکموں کو توڑ کر اور اکثر اس کی طرف سے منہ موڑ لیتا ہے، بیٹے کی قربانی کی نقل کو بکرے، دنبوں کی شکل میں باقی رکھ کر اس کے سوا اور کیا منظور ہے کہ بندہ آقا کی پسند و چاہت کے سامنے اپنی خواہش اور پسند و چاہت کو منادے اور سر اس کی مرضی کے آگے جھکا دے، مگر آج ہمارا حال کیا ہو رہا ہے؟

اپنی معمولی سی معمولی خواہش کے لئے بعض وقت دین کے بڑے بڑے شعرا کو خیر باد کہہ دینے میں ہاک نہیں ہوتا۔ ہم جو ایک بڑی قربانی کی یاد تازہ کرنے کے لئے دل میں کوئی ادنیٰ بھی احساس اس بڑی قربانی کا پیدا ہو جائے، جانور ذبح کرتے ہیں، اور اپنے گاڑھی کمانی کے پیسے سے ذبح کرتے ہیں۔ کیا اس پر بھی کبھی

غور کرتے ہیں کہ قربانی کی وہ روح نکل جانے ہی کی وجہ سے جس کی یاد تازہ کرنے کے لئے یہ قربانی فرض کی گئی ہے، ہم ہوا و ہوس کے شکار ہو گئے ہیں۔ اگر قربانی کی یہ فضیلت بیان کی گئی ہے کہ قربانی کے خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول ہو جاتا ہے اور جانور کے ایک ایک بال پر نیکیاں ملتی ہیں تو کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں بتایا کہ مومن بندہ جب تک اپنے کسی بھائی کی مدد میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد میں رہتا ہے، اور کیا حدیث قدسی میں یہ نہیں آیا ہے کہ جب بندہ کسی بھو کے کو کھانا کھلاتا ہے، یا ننگے کو کپڑا پہناتا ہے، مریض کو دیکھنے جاتا ہے، تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کو کھانا کھلاتا ہے، اس کو کپڑا پہناتا ہے، اس کی عبادت کرتا ہے، ایسے ہی حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ جب بندہ اپنے کسی بھائی کے عیب کو چھپاتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جو روز آفرینش سے لے کر فتنے عالم تک کے انسانوں کے سامنے رسوائی اور فضیحت کا دن ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کے عیبوں کو چھپائے گا۔ کیا حدیث پاک میں یہ نہیں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو رشتوں کو جوڑے گا میں اس سے جوڑوں گا اور جو رشتوں کو توڑے گا میں اس سے توڑوں گا، ایسے ہی کیا گیا ہے حدیث پاک میں یہ ارشاد نہیں نقل کیا گیا کہ جو شخص میری امت میں فساد و بگاڑ کے وقت میری ایک سنت کو زندہ کرے گا، اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا، اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ جو میرے کسی (بندہ خاص) سے دشمنی کرے گا (اس کو ذلیل و رسوا کرنا چاہے گا) میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں۔ کیا حدیث پاک میں یہ ارشاد نہیں کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اپنے کسی بھائی پر ظلم نہیں کرتا، اس کو بے سہارا نہیں چھوڑتا، اس کو حالات زمانہ کے حوالہ نہیں کرتا، ایسے ہی حدیث کہ مسلمان مسلمان کا آئینہ ہے۔ یعنی ایک بھائی اپنے بھائی کے اندر کوئی نقص و کمی یا خلاف شریعت بات دیکھتا ہے تو اس کو آگاہ کرتا رہتا ہے۔ اس کی رہنمائی کرتا رہتا ہے، اس کو گناہ و نافرمانی کی گندگی میں پڑا رہنے نہیں دیتا۔

یہ خلاصہ اور لب لباب ہے ہماری ان دینی تعلیمات کا جن میں ذرا فکر و توجہ سے ہم غور کریں تو ہم میں وہ صفات پیدا ہو سکتی ہے جو اس قربانی کا مقصود حاصل ہیں۔

ہم ان تعلیمات اسلامی کے آئینے میں اپنی تصویر پر دیکھیں، اپنے گاؤں، اپنی بستی، شہر اور محلہ کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ ہم کہاں کھڑے ہیں اور یہ جانور کی قربانی جو ہوا و ہوس کو اپنی پسند و ناپسند کو خدا رسول کے تابع فرمان بنا دیا ہے، کا ایک رمز ہے، اس کو روح ہم میں کتنی پائی جاتی ہے۔ آج کی قربانی کے وقت اپنے ذبیحہ کی گردن پر چھری چلاتے ہوئے کیوں نہ مت کر کے اپنی ان تمام خواہشات پر چھری چلا دیں جو خدا رسول کی ناراضگی کا سبب بنتی ہیں۔ اور پھر دیرے دیرے ہماری زمام کار زلی دشمن شیطان کے ہاتھ میں اس طرح دے دیتی ہیں کہ وہ جدر چراتا ہے ہلکتا ہے، اور ہرنا خوب کو خوب بنا کر اس کی طرف دوڑاتا ہے۔ کیا یہ ضرورت نہیں کہ امت مسلمہ پورے عالم میں آج جس ذلت و کجکیت سے دوچار ہے ہم اس کے اسباب پر غور کریں، اپنا جائزہ اور پھر اپنے اندر قربانی کی اصل روح پیدا کر کے نئی زندگی کا آغاز کریں۔ کاش ہم ایسا کرنے کی ہمت کرتے!۔

ہم مسلمان ہیں ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ دن آئے کہ جب ہم اپنے آقا کے روبرو حاضر ہوں گے، اور ہم کو اپنے کئے کا حساب دینا ہوگا۔ ﴿إِنَّا لِلّٰهِ رَٰجِعُونَ﴾۔ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمُ بِاللّٰهِ الْغُرُوْرُ ﴿﴾ بیشک خدا کا وعدہ سچا ہے پس دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ فریب دینے والا (شیطان) تمہیں خدا کے بارے میں کسی طرح کا فریب دے۔

ہماری یہ پوری زندگی مع اپنے سارے ہنگاموں، رنج و غم، خوشی و مسرت، عروج و زوال اتار چڑھاؤ کے اس دن گھڑی دو گھڑی معلوم ہوگی عشیہ اور ضحاہا۔ ایک شام یا ایک صبح کے برابر معلوم ہوگی، جب یہ حقیقت ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ حقیقت یہی ہے تو پھر عید قربان کو کھانے کھلانے اور خوشی منانے تک محدود کر کے اس کی اصل روح کو بھول جانا کیا آخری درجہ کی نادانی نہیں ہے!؟

☆☆☆☆☆

عید الاضحیٰ کا پیغام

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

اور جانسپاری کی یادوں کی وہ سوغات بھی لاتی ہے جو ابوالانبیاء، حضرت ابراہیمؑ نے اپنے رب کے حضور میں پیش کی تھی، اور جو قربانی اور جانسپاری کی شاندار مثال تھی، انہوں نے اللہ کے لئے یہ قربانی کئی چیزوں کی دی، وطن کی محبت، بیوی کی محبت اور اپنے شیر خوار بچے کی محبت، ان سب کی قربانی دی، اولاً اپنا محبوب وطن چھوڑا، پھر اپنے دو محبوب تعلق والوں یعنی بیوی اور بیٹے کو محض اپنے رب کے حکم کی بجا آوری میں ایک دور کے بے آب و گیاہ صحرا میں لے جا کر چھوڑا، اور جب ان سے اس کی بابت پوچھا گیا تو جواب دیا کہ اللہ کا حکم یہی ہے، اور یہ اس کے حکم کی تعمیل میں ہے۔

ان کی اس عظیم قربانی کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور قیامت تک کے لیے اس کو زندہ جاوید اور یادگار بنا دیا، اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ اس کی قدر شناسی کے اظہار کا اہتمام کریں، اور اس سے مشابہت رکھنے والی قربانی پیش کر کے ہر وقت اس قربانی کو اپنے ذہن و دماغ میں متحضر رکھیں اور اس عظیم المرتبت انسانی شخصیت کے ساتھ اپنے تعلق و استجاب پر اللہ کا شکر ادا کریں، اس طرح یہ دن رب العظیم کے سامنے اپنی عبدیت اور بندگی کے اظہار اور اس میں اپنی کامیابی پر خوشی منانے کا دن ہے۔

عید الاضحیٰ کے یہ چند مخصوص ایام اس بات کے بجا طور پر مستحق ہیں کہ اہل ایمان ان کی خوشی منائیں اور یہ خوشی ان کے قائد و رہبر اور امام اکبر حضرت ابراہیمؑ کی اپنی عبدیت کے اظہار اور رب العظیم کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دینے کے امتحان میں کامیابی کی خوشی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان ایام کو خوشی و مسرت کے ایام قرار دیا ہے، اور اس قربانی کی یاد میں اس کے مقام مکہ مکرمہ جانے اور بعض

ہر مذہب اور قوم میں کچھ مخصوص ایام جشن اور تہوار کی حیثیت رکھتے ہیں، جو اپنے اندر اپنے ماننے والوں کے لیے خوشی اور مسرت لیے ہوتے ہیں جنہیں انسان اپنی زندگی کے مسرت آگئیں، سرور آمیز اور لذیذ ترین ایام شمار کرتا ہے۔ یہ ایام قومی اور ملی ایسی یادگاروں سے وابستہ ہوتے ہیں، جو انسان کو جذبات خوشی و مسرت کے اظہار پر آمادہ کرتے ہیں، تہواروں کی یہ خوشی انہیں اجتماعی اور عمومی طور پر منانے سے ظاہر ہوتی ہے۔ اسی لئے سارے لوگ ایک ساتھ مل کر ان میں حسب استطاعت و مقدرت اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہیں جو ان کے جذبات و احساسات سے ہم آہنگ ہوتی ہے اسلام اور مسلمانوں کے علاوہ دیگر ادیان و مذاہمت اور اقوام میں ایسے تہواروں کی تعداد بہت ہے، ان کے یہاں ہر چھوٹا بڑا واقعہ تہوار کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن اسلام میں عید جیسی خوشی منانے کے لیے صرف دو مواقع رکھے گئے ہیں، ان دو عیدوں کے علاوہ جو دیگر مواقع ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ نے کچھ تقاضوں اور خصوصیتوں سے مربوط بنایا ہے، یہ تقاضے انسانی زندگی کے نشیب و فراز کو سمجھنے اور ان سے اپنے کو ہم آہنگ بنانے سے تعلق رکھتے ہیں، جیسے رمضان کا مہینہ جس میں کھانے پینے اور بہت سی ان حلال چیزوں سے رکتا پڑتا ہے جو رمضان کے علاوہ اور دنوں میں حلال ہیں، یہ پابندی دن دن بھر کے لئے ایک ماہ تک رہتی ہے، اس پابندی میں ایک نہایت انسانی جذبہ کار فرما ہوتا ہے، کیونکہ روزہ دار انسان اپنے کو ایک مہینہ تک روزانہ دن بھر کے لئے غذا سے محروم انسانوں کے زمرہ میں داخل کر لیتا ہے، اور اس طرح وہ بد نصیب اور محروم انسانوں کی پریشانیوں اور مصیبتوں سے خود عملی طور پر گزر کر واقفیت حاصل کرتا ہے، اس کی یہ واقفیت عملی اور مشاہدہ والی ہوتی ہے، سنی سنائی اور دور کی نہیں ہوتی۔ اور یہ دو عیدیں جو اللہ نے مسلمانوں کو مرحمت فرمائی ہیں، ان میں سے ایک تو عید الفطر کہلاتی ہے جو رمضان کا مہینہ پورا ہوتے ہی آتی ہے جسے روزہ دار اپنے پروردگار کی رضا جوگی کے لیے عبادت و ریاضت اور مجاہدہ میں گزارتا ہے، اور کھانے پینے اور مرغوب و حلال اشیاء کے استعمال سے رک کر ایک طرح سے مشقت کے ساتھ اور اپنے جیسے دوسرے بہت سے بد نصیب اور انسانی سہولتوں سے محروم انسانوں کے احساسات و شعور میں شریک ہو کر گزارتا ہے، پورا ایک مہینہ ان کاموں میں گزارنے کے بعد عید کے روز روزوں کی پابندیوں سے آزاد ہو جاتا ہے، اور اپنے پروردگار کی رضا، اور خوشی کے حصول کے ساتھ ساتھ ایک بڑا قلبی سکون اور راحت بھی محسوس کرتا ہے۔ دوسری عید عید الاضحیٰ کہلاتی ہے، جو عید الفطر کے دو ماہ دس دن بعد آتی ہے، یہ اپنے ساتھ قربانی

ظاہری شکلوں میں اس عظیم واقعہ سے اپنے تعلق کے اظہار کو شروع فرمایا ہے جسے شریعت کی اصطلاح میں "حج کرنا" کہتے ہیں۔ اس فریضہ کی ادائیگی کی استطاعت رکھنے والا مومن بندہ اس عظیم تاریخی مقام کی طرف عاشقانہ اور والہانہ اعزاز میں جاتا ہے، اور اس کی زبان پر یہ ملکوتی دلا ہوتی نغمہ ہوتا ہے:

(لبيك اللهم لبيك، لا شريك لك، لبيك، ان الحمد والنعمة لك، والملك، لا شريك لك) دو بار بار اس کی تکرار کرتا ہے، اور روزانہ مقدس مقامات پر گزرتا ہے، اور عید الاضحیٰ کے روز اور اس کے دو روز بعد تک اکل و شرب پروردگار کی عبادت میں مشغول رہتے ہوئے اپنی خوشی کا اظہار کرتا ہے، اس سے اسے ایک طرح کی عجیب قلبی خوشی محسوس ہوتی ہے، یہ خوشی دوہری ہوتی ہے، جس میں پروردگار کی رضا اور عید کی خوشی دونوں شامل ہوتی ہیں کہ عبادت بھی ہو رہی ہے، اور خوشی کا اظہار بھی ہو رہا ہے۔

اور پھر وہ اس بے مثال روحانیت سے جو وہ بیت اللہ شریف سے لے کر آتا ہے، اپنے قلب و روح کی غذا کا سامان کرتا ہے، بیت اللہ شریف دنیا کے بے شمار بت کدوں کے درمیان سب سے پہلا خانہ خدا تھا، جس کو حضرت ابراہیمؑ نے اپنے رب واحد کی عبادت کے لئے تعمیر کیا، وہ لوگوں کے لئے باعث امن و سلامتی اور ان کے لئے مادنی بنا، وہاں جانے والا اس گھر کے جلال و جمال دونوں سے شاد کام ہوتا ہے، یہ گھر اپنا دیدار کرنے والے کے قلب کو سکون و اطمینان اور سرور آمیز لذت و سرخوشی سے بھر دیتا ہے۔ اور جو لوگ وہاں تک جانے کی استطاعت نہیں رکھتے ہیں وہ اس دن کو اس کے شوق اور اس قربانی کی یاد اور حضرت ابراہیمؑ کو حاصل ہونے والی کامیابی کی خوشی میں گزارتے ہیں اس طرح وہ قربانی کی یاد بھی مناتے ہیں، اور جو ان سے ہو سکتا ہے اس کی قربانی بھی پیش کرتے ہیں، یعنی ماکول اللحم حلال جو جانور کی قربانی جس سے ضرورت مند فائدہ اٹھاتے ہیں، اور وہاں آتے ان کی زبانوں پر کلمات: اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ، واللہ اکبر، اللہ اکبر، واللہ الحمد جاری و ساری رہتے ہیں، اسی قربانی کی مناسبت سے اس عید کا نام عید الاضحیٰ پڑا کیوں کہ اس میں

☆☆☆☆☆

حجۃ کی قربانی

روحانی قربانی جسمانی قربانی کے مقابلہ میں یقیناً ذبح عظیم ہے، جسمانی قربانی کی تکلیف تو ایک لمحہ کی بات ہے، مگر روحانی قربانی تو کسی امر حق کی خاطر ساری زندگی کی حجیت ہی کی قربانی ہے، جس میں مرکز نہیں، بلکہ حجی حرج کی راہ میں ہر تکلیف اور مصیبت کو انگیز کرنا اور ہر وقت موت کے لئے آمادہ رہنا۔ حضرت اسماعیلؑ نے اس کی خاطر ملک شام کے سبزہ زار کو چھوڑا، وہاں کے عیش و آرام کو خیر باد کہا، عزیز و اقارب کو ترک کیا، اور ایک لقمہ دوق صحراء میں تنہا رہنا گوارا کیا، وہاں خدا کے نام کا ایک گھر بنایا، اور اس کو آنے جانے والے مسافروں اور سوداگری کے قافلوں کے لئے مرکزی گزرگاہ بنھرایا اور اس طرح دین حق کی تبلیغ اور خانہ خدا کی پاسداری کے لئے صرف اپنی زندگی تک بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور تک جو "رب و ابعدت فیہم" کی ابراہیمی دعاء کی قبولیت کا زمانہ تھا، اپنی پوری نسل کو ایسے صحراء سے آب و گیاہ میں گزار دینے کا حکم دیا، یہی وہ عظیم الشان قربانی جو حضرت اسماعیلؑ کی جسمانی قربانی کی حجیت میں حضرت ابراہیمؑ کو دکھائی گئی، اور آج کے دن تک یہ روحانی قربانی امت ابراہیمی کی حقیقت اور نسل اسماعیلی کی شریعت ہے، اور جانور کی جسمانی قربانی اس حقیقت کا مجاز ہے، اور اسلام میں جہاد اس مجاز کی حقیقت ہے۔

(علامہ سید سلیمان ندوی)

حجۃ الوداع

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری حج

..... حوالا ناغلام رسول مہر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا آخری بڑا واقعہ حجۃ الوداع ہے، حج فرض ہونے کے بعد یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا اور آخری حج تھا، اسی موقع پر دین کی تکمیل ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ اور عرفات میں خطبات ارشاد فرمائے، ان میں اسلامی تعلیمات کے متعلق بعض نہایت اہم بنیادی امور کا ذکر تھا، سب سے آخر میں یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس فرض نبوت کی بجا آوری کے لیے مبعوث ہوئے تھے وہ ہر لحاظ سے پایہ تکمیل کو پہنچ چکا تھا۔ رسالت کا اصل مقصد پورا ہو چکا تھا یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبات میں جو کچھ ارشاد فرمایا اس نے طبعاً و صایاً کی حیثیت اختیار کر لی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حجۃ الوداع کو سیرت طیبہ میں خاص اہمیت حاصل ہے۔

حج ہجرت کے نویں سال فرض ہوا تھا، اسی سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر مکہ معظمہ بھیج دیا، پھر سورہ برأت کی ۴۰ آیتیں نازل ہوئیں تو حضرت علیؑ کو یہ آیتیں دے کر مکہ معظمہ کی طرف روانہ فرمایا تاکہ حج کے موقع پر یہ سب کو سنادی جائیں۔

حضور ﷺ کا عزم حج

ہجرت کے دسویں سال ذی قعدہ کے مہینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حج کا ارادہ فرمایا، یہ خبر مشہور ہوئی تو ہزاروں مسلمان بے تابانہ شرف معیت حاصل کرنے کے لیے تیار ہو گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ۲۶ ربیع الثانی ۱۰ھ سے چلے اور ذوالحلیفہ میں مقام کیا جو اہل مدینہ کے لیے میقات ہے اور تقریباً چھ سات میل کے فاصلے پر ہے آج کل اس مقام کو "آباد علی" کہتے ہیں۔

۲۷ ربیع الثانی قعدہ کو قافلہ نبوی ذوالحلیفہ سے چلا اور ان الفاظ میں تلبیہ شروع ہوا:

"لبيك لبيك اللهم لبيك لا شريك لك لبيك ان الحمد والنعمة لك والملك لك لا شريك لك"

(ہم حاضر ہیں، ہم حاضر ہیں، اے خدا تیرے سامنے حاضر ہیں، تیرا کوئی شریک نہیں، ہم حاضر ہیں، ہر ستائش صرف تیرے لیے ہے، اور ہر نعمت تیری ہے، سلطنت بھی تیری ہے، تیرا کوئی شریک نہیں)

موقع کا راوی بتاتا ہے کہ میں نے آگے اور پیچھے اور دائیں بائیں دیکھا جہاں تک بصارت مساعدت کرتی تھی آدمیوں ہی کا جنگل نظر آتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے لہیک کی صدا بلند ہوتی تو ہر طرف سے اس کی بازگشت آتی اور گرد کے میدان اور پہاڑی گونج اٹھتے۔

اس واقعہ پر چودہ سو سال گزر چکے ہیں اور ہمارے تمام دینی اعمال کی حیثیت اب بڑی

حد تک رکھی رہ گئی ہے مگر آج بھی موسم حج میں مکہ معظمہ کی مقدس فضا کے اندر اور اس تبرک مقام کے تمام راستوں پر عازمین حج کا تلبیہ سن کر ہر انسان خدا پرستی کا ایک نادیہ بیکر بن جاتا ہے جن خوش نصیبوں نے ۲۷ ربیع الثانی قعدہ ۱۰ھ کو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر قیادت کم و بیش ایک لاکھ اہل حق کے تلبیہ کا منظر دیکھا ہوگا، کون کہہ سکتا ہے کہ ان کے دلوں اور روحوں کا نقشہ کیا ہوگا۔

تلبیہ کی معنوی حیثیت

پھر تلبیہ کی معنوی حیثیت پر غور فرمائیے اس کی مرکزی روح توحید ہے جو دین حق کی روح حیات ہے، اس کے حرف حرف میں عبودیت و بندگی، مجتہد نیاز، بارگاہ باری تعالیٰ میں حاضری کے بغور شوق و اشتیاق کے ایمان پر و محسوسات بے تاب و مضطرب نظر آتے ہیں، ساتھ ہی موقع اور محل کا تصور فرمائیے کائنات انسانیت کا مقدس ترین وجود ۲۳ سال میں فرض نبوت کو بوجہ احسن منزل تکمیل پر پہنچا چکا تھا، اس کی تعلیمات حقہ کے ثمرات حسنہ ہر طرف لگائے ہوئے اور روشنی اور قلوب کو ایمان کی دولت سے مالا مال کر رہے تھے، اور خدائے واحد کے روبرو سرا گلندگی و حواگی کا عشق اس درجہ کمال پر پہنچا ہوا تھا کہ معلوم ہو رہا تھا ایک ایک فرد کے بدن کے زواہں زواہں شکر و سپاس میں سر پاپا حمد و ستائش بنا ہوا اسی کے آگے جہدہ ربیعی کی بے تابیوں کا مرجع و محور ہے، یہی اسوہ حسنہ تھا جسکی پیروی عالم انسانیت کے لیے اس زندگی اور آئندہ زندگی میں واحد وسیلہ نوز و نفلح ہے، مسلمان ہوں یا غیر مسلم، جو اس پیروی سے سعادت اندوز نہ ہوں گے ان کے لیے دونوں جہانوں میں امید خیال خام ہوگی۔

۱۰۰ھ (۱۶ مارچ ۶۳۲ء) سرف پہنچے جہاں ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا مکان تھا اور وہیں ان کا مزار بنا، ۱۲ ذی الحجہ (۲۰ مارچ ۶۳۳ء) کو اتوار کے دن صبح کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں داخل ہوئے خانہ کعبہ کے طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم میں دو گنا نوا کیا پھر سعی کے لیے کوہ صفا پر پہنچے، وہاں سے کعبہ نظر آیا، تو فرمایا:

”لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد بحی وبیت و هو علی کل شیء قدير، لا الہ الا اللہ وحده، انجز وعدہ ونصر وعدہ و ہزم الاحزاب وحده“۔

(اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں، سلطنت اسی کی ہے اور سب کچھ اسی کے زیرِ نوا ہے، وہی جلاتا اور مارتا ہے اور وہ سب چیزوں پر قدرت رکھتا ہے، خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ ایک ہے، اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اس نے اپنے بندے کی مدد فرمائی اور اسے تمام گروہوں کو شکست دے دی۔

ایک ارشاد کی توضیح

وعدہ کے ایفاء، اپنے بندے کی امداد اور اکیلے تمام گروہوں کی شکست پر عرب کے زمین و آسمان زبان حال سے شہادت دے رہے تھے، تیس سال پیشتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں تہا تھے، پھر آپ کی دعوت پر ایک ایک دو دو آدمی ساتھ ملنے گئے، اس مقدس گروہ نے تیرہ سال تک مکہ مکرمہ میں ایسی خوفناک اذیتیں برداشت کیں، جن کا تصور بھی جسموں پر لرزہ طاری کرتا ہے پھر سب کو وطن

چھوڑنا پڑا اس کے باوجود مخالفوں نے انہیں دکھ دینے اور تباہ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، رزم و پیکار کی ہر قوت اس مقدس ترین وجود اور اس کے جاں نثار ساتھیوں کے خلاف بے دریغ استعمال کی گئی آخر ہر قوت ناکام و نامراد ہو کر اسی راستے پر گامزن ہو گئی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آغاز نبوت میں پیش کیا تھا، کیا یہ اس حقیقت کا زندہ ثبوت نہ تھا کہ اللہ نے اپنا وعدہ پورا کیا اپنے مقدس ترین بندے کی امداد فرمائی اور تہما تمام گروہوں کو شکست دی۔

کیفیت حج

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ (۶ مارچ ۶۳۲ء) کو جمعرات کے دن تمام مسلمانوں کے ساتھ منیٰ میں قیام فرمایا، نویں تاریخ (۷ مارچ) کو جمعہ کے دن صبح کی نماز ادا کر کے عرفات کی طرف روانہ ہوئے، عرفات کے کنارے پر ایک مقام نمرہ ہے جہاں ایک خیمے میں آپ نے قیام فرمایا، دو پہر ڈھل گئی تو ناقہ قصواء پر سوار ہو کر میدان میں تشریف لائے اور سواری ہی کی حالت میں خطبہ ارشاد فرمایا، بظہر عصر کی نماز ادا کر کے پھر میدان میں دیر تک قبلہ رو ہو کر مصروف دعا رہے، سورج ڈوبنے لگا تو عرفات سے چلے، رات مزدلفہ (مشعر الحرام) میں گزری اور دسویں ذی الحجہ (۸ مارچ) کو منیٰ میں پہنچ گئے ایام تشریق منیٰ میں گزرے البتہ دسویں تاریخ کو قربانی کے بعد مکہ معظمہ جا کر خانہ کعبہ کا طواف کیا، ۱۳ ذی الحجہ کو بعد زوال منیٰ سے اٹھے اور حنیف بنی کنانہ میں مقام کیا رات کے پچھلے پہر خانہ کعبہ کا طواف کیا اور بعد مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبے
یہ حجۃ الوداع کا سرسری خاکہ ہے جس میں

تفصیلات نہیں دی گئیں، میرا اصل مقصود یہ ہے کہ خطبات شریفہ میں سے بعض ضروری چیزیں پیش کروں جنہیں میرے نزدیک امت کے لیے وصایا کی حیثیت حاصل ہے۔
خطبوں کے متعلق تمام روایات کو یکجا کر کے اہل علم و تحقیق اس نتیجے پر پہنچے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں تین خطبے ارشاد فرمائے پہلا ۹ ذی الحجہ کو عرفات کے میدان میں، دوسرا ۱۰ ذی الحجہ کو منیٰ میں اور تیسرا ۱۱ یا ۱۲ ذی الحجہ کو منیٰ میں، ان میں بعض مطالب کو اپنی اہمیت کے پیش نظر دہرایا مگر انداز مختلف تھا، میں انہیں بلحاظ ترتیب و مطالب یہاں پیش کروں گا، مناسب یہی معلوم ہوا کہ عربی عبارتیں نہ لکھوں اور مطالب اردو میں بیان کر دوں۔

عالمگیر مسلوات

عرفات کے خطبے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے جاہلیت کی تمام بیہودہ رسموں اور تمام نازیبا دستوروں کے خاتمے کا اعلان کیا اور پھر فرمایا:۔
”لوگو! اس لو کہ تمہارا پروردگار ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے (یعنی آدم) عربی کو عجمی پر یا عجمی کو عربی پر، کالے کو گورے پر گورے کو کالے پر کوئی فضیلت و برتری نہیں مگر صرف تقویٰ اور پرہیزگاری کی بناء پر“۔

یہ حقیقت میں اعلان تھا کہ انسانیت کی فضیلت نہ خاندان پر موقوف ہے اور نہ نسل، خون یا رنگ پر، نہ کسی خاص ملک یا قوم کا باشندہ ہونا اس بارے میں معیار بن سکتا ہے نہ اچھا لباس، عالی شان مکان یا دولت و ثروت کے انبار کسی کو بڑا بنا سکتے ہیں، محض علم یا عہدہ و منصب بھی بڑائی کا وسیلہ نہیں بن سکتا اہلک کی فراوانی بھی اس باب میں قطعاً

سو مند نہیں ہو سکتی، بڑائی اور بزرگی صرف تقویٰ پر ہیزگاری، حسن عمل اور فضیلت اخلاق پر منحصر ہے۔
آپ نے خود فرمایا کہ اس مختصر سے ارشاد نے عالم انسانیت کے نقطہ نگاہ میں کتنا عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا جس کی کوئی مثال اس سے پیشتر نہیں ملتی، پہلے انسانوں کا رُخ نظر کیا تھا، کسی خاص نسل یا رنگ یا خون سے وابستگی، دولت جمع کرنے کا جنون، عالی شان مکان بنانے کا اضطراب، بڑے عہدے اور منصب حاصل کرنے کے لیے تنگ دوو، ملک فتح کر لینے کا زور، ان تمام چیزوں کے لیے کشش کے ہنگاموں اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ انسانوں پر تفرقہ، بغض و عداوت اور نفرت پیدا ہووے ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے درپے ہیں اونچے مناصب پر پہنچ جائیں تو اختیار و اقتدار سے فائدہ اٹھا کر دولت سمیٹیں، رشوتیں لیں، لاکھوں بے وسیلہ مساکین کھلے جائیں اور دنیا میں امن مفقود رہے، قومیں قوموں سے اور ملک ملکوں سے لڑتے رہیں، اور کسی کے لیے اطمینان سے سانس لینے کا موقع پیدا ہی نہ ہو لیکن نیکو کاری اور پرہیزگاری کو عالم انسانیت کا نصب العین بنا دینے کے بعد سب کی کوشش یہ ہوگی کہ نیکی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھیں، خدمت خلق میں ایک دوسرے پر سبقت لے جائیں، خدا کے بندوں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ پیار کریں، ان کے امن و راحت کا خیال رکھیں، حق و انصاف کی پاسداری ہوتی رہے اور دنیا امن سے بھر جائے کتنے رنج و قلق کا مقام ہے کہ جو قوم اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پیغام حق کی داعی اور مبلغ بنائی گئی وہ بھی عملاً اس کی پابندی سے منزلوں دور ہے۔

اسلامی اخوت

پھر فرمایا:۔
”دیکھو ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں“۔
نیز فرمایا:۔
”ہاں میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگے تمہیں جلد خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور تم سے تمہارے اعمال کی باز پرس کی جائے گی“۔
دیکھئے، مسلمان تو کہ ہوں یا آقا، غریب ہوں یا امیر، مفلس ہوں یا دولت مند، معمولی حیثیت رکھتے ہوں یا اونچے درجے پر فائز ہوں ان میں کوئی امتیاز نہیں ہونا چاہئے، وہ سب ایک سطح پر ہیں ان سب کے دل میں ایک دوسرے کے ساتھ حقیقی بھائیوں کی سی محبت ہونی چاہئے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرما دیا تھا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ مظلوم ہو یا ظالم، عرض کیا گیا، حضور مظلوم کی مدد تو کچھ میں آگئی مگر ظالم کی مدد کیونکر ہو؟ فرمایا جو بھائی ظلم کرے اسے ظلم سے باز رکھو یہ ظالم بھائی کی امداد ہے۔
مسلمان اس آئینے کو سامنے رکھ کر اپنے اعمال کا محاسبہ کریں تو نتیجہ اس کے سوا کیا ہوگا کہ شرم و ندامت کے مارے سر نہ اٹھا سکیں گے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے برادرانہ محبت و الفت کے لیے ایک کسوٹی بھی تجویز فرمادی یعنی اپنے بھائی کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرو جس کی توقع تم اس سے رکھتے ہو۔
باقی رہا گمراہ ہو کر ایک دوسرے کی گردن مارنے کا معاملہ تو میں سمجھتا ہوں تاریخ اسلام میں اس کی اتنی شہادتیں موجود ہیں کہ میرے لیے کچھ عرض کرنا غیر ضروری ہے اور بے خوف و تردد یہ کہا جاسکتا ہے کہ مسلمان اس گمراہی کے باعث عز و شرف کے مقام بلند سے محروم ہوئے جس پر وہ اسلام کی

بدولت پہنچے تھے۔
اجتماعی زندگی کی بنیادیں
اجتماعی زندگی کی بنیادیں تین ہیں۔ جان کا پاس، مال کی حفاظت اور آبرو کا احترام، انسانوں کے درمیان کشمکشوں اور جھگڑوں، رنجشوں اور مخالفتوں کے جتنے بھی واقعات آپ کے سامنے آئیں ان کا تجزیہ کیا جائے تو تہہ میں جان، مال اور آبرو کے بارے میں کم از کم بے احتیاطی کے سوا اور کوئی چیز نہ نکلے گی، آج دنیا ان تین بنیادوں پر قائم رہنے کا پختہ عہد کر لے تو سارے جھگڑے مٹ سکتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین بنیادی چیزوں کی حفاظت کا معاملہ بھی آخری حد تک پختہ فرمایا۔
لوگو! تمہارے مال اور تمہاری آبرو میں قیامت تک کے لیے اسی عزت و حرمت کی مستحق ہیں جس طرح تم آج کے دن (یوم حج) اس میں سے (ذی حجہ) اور اس شہر (مکہ مکرمہ) کی حرمت کرتے ہو۔

امن و سلامتی کی راہ

عربوں میں بدلے کا دستور عام تھا ایک خون ہو جاتا تو انتقام کا لانتنا ہی سلسلہ چھڑ جاتا صرف عرب ہی نہیں بلکہ دنیا میں خادموں اور غلاموں کے ساتھ حد درجہ برا سلوک کیا جاتا، عورتوں کے جائز حقوق کا کوئی خیال نہ رکھا جاتا، سو درود نے ضرورت مندوں کے لیے زندگی اجیرن بنا رکھی تھی انہی وجوہ سے امن و سلامتی کی راہ ظلم و جبر کے اندھیرے میں گم ہو گئی تھی۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
میں زمانہ جاہلیت کے تمام خون (خون کے بدلے) آج مٹا رہا ہوں اور سب سے پہلے اپنے خاندان میں ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون باطل کرتا ہوں۔

۱۔ اپنے غلاموں کا خیال رکھو، جو خود کھانا دہی نہیں کھاؤ، جو خود پہنویں انہیں پہناؤ۔
۲۔ عورتوں کے بارے میں خدا سے ڈرو جس طرح تمہارے حق عورتوں پر ہیں اسی طرح عورتوں کے حق تم پر ہیں۔
۳۔ جاہلیت کے تمام سود باطل قرار دیتا ہوں اور سب سے پہلے اپنے خاندان میں سے عباس بن عبدالمطلب کا سود ختم کرتا ہوں۔

گمراہی سے بچنے کا وسیلہ

پھر فرمایا: میں تم میں وہ چیز چھوڑے جاتا ہوں جسے منبوہی سے پکڑے رہو گے تو گمراہ نہ ہو گے، یہ اللہ کی کتاب (قرآن مجید) ہے۔

دیکھئے یہ کتاب مسلمانوں کی ہدایت و سعادت کا سرچشمہ تھی، اسی کے مطابق عمل نے ملت اسلامیہ کو عالم انسانیت کی امامت کے درجہ عالیہ پر پہنچا یا، آج اسی کو مسلمانوں نے پس پشت ڈال رکھا ہے وہ مختلف سہارے ڈھونڈتے ہیں جدھر سے کوئی اچھی صدا سنتے ہیں یا بطور خود سمجھ لیتے ہیں کہ صدا اچھی ہے اور ہی بے تابانہ دوڑتے ہیں لیکن اس پاک کتاب کی طرف متوجہ نہیں ہوتے جو انہیں گمراہی سے محفوظ رکھنے کا واحد اور بہترین ذریعہ ہے، آخر میں فرمایا:

”لوگو! نہ میرے بعد کوئی اور پیغمبر ہے اور نہ کوئی نئی امت وجود میں آنے والی ہے، خوب سن لو اپنے پروردگار کی عبادت کرو، بخجگانہ نماز کے پابند، ماہ رمضان کے روزے رکھو، مال کی زکوٰۃ خوشدلی سے دیا کرو، ان اعمال کی جزا یہ ہے کہ اپنے پروردگار کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔“

تکمیل دین

خطبہ شریف کے اختتام پر فرمایا:

تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا بتاؤ تم کیا جواب دو گے؟ عرض کیا گیا ہم کہیں گے کہ آپ نے خدا کا پیغام پہنچا دیا اور اپنا فرض ادا کر دیا، آپ نے انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائی اور تمہیں مرتبہ فرمایا، اے خدا! تو گواہ رہنا، پھر لوگوں سے کہا کہ جو اس وقت موجود ہیں وہ انہیں سنا دیں جو موجود نہیں، گوہر مسلمان کو دائمی حق دار بنا دیا، عین اس موقع پر وہ آیت نازل ہوئی جس میں تکمیل دین اور منزل اتمام کی بشارت دی گئی تھی۔

اب مٹی کے خطبے یا خطبوں میں سے ایک وہ اقتباسات پیش کروں گا۔

دین کامل ہو چکا تھا نعت منزل اتمام پہنچ چکی تھی، وہ امت وجود میں آچکی تھی جو روئے زمین پر خلافت الہیہ کا نادر نمونہ پیش کرنے والی تھی اور جس نے تھوڑی ہی مدت میں زندگی کے ہر دائرے کے اندر عظیم الشان خدمات کے لیے انبار لگا دیئے جن کی کوئی مثال نہ پہلے موجود تھی اور نہ بعد میں سامنے آسکی عالم انسانیت میں بیشتر بھی بارہا انقلاب آچکے تھے مگر ساتویں صدی عیسوی کے دوسرے عشرے سے جس انقلاب کی ابتدا ہوئی اور حجۃ الوداع پر اس کی تکمیل ہوئی وہ ہر نقطہ نگاہ سے یگانہ و نادیدہ تھا، سید سلیمان ندوی مرحوم کے قول کے مطابق ایک نئے نظام، نئی شریعت اور نئے عالم کا آغاز ہو رہا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”زمانہ پھر پھر آئے گا پھر اسی نقطے پر آ گیا ہے جب اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان پیدا کئے تھے۔“

غور کیجئے کہ تاریخ عالم میں جو نیا دور شروع ہو رہا تھا اس کی تعبیر کے لیے اس سے بہتر صورت کیا

ہو سکتی ہے کہ زمانہ پھر اسی جگہ آ گیا جب اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی تخلیق فرمائی تھی۔

پھر جان و مال اور آبرو کا موضوع ذہن مبارک میں آ گیا اور اہمیت کے اعتبار سے اسے دہرانا مناسب سمجھا لیکن اسلوب بالکل نیا اختیار کیا، فرمایا: ”کچھ معلوم ہے آج کون سا دن ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ”خدا اور رسول بہتر جانتے ہیں، آپ کچھ خاموش رہے اور لوگوں نے سمجھا شاید آپ اس دن کا کوئی اور نام رکھیں گے، سکوت کے بعد فرمایا ”کیا یہ ذی الحجہ کا مہینہ نہیں، لوگوں نے کہا ”بے شک“

پھر پوچھا ”یہ کون سا شہر ہے؟“ لوگوں نے کہا ”خدا اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں“ اس مرتبہ بھی سکوت کے بعد فرمایا ”کیا یہ بلدۃ الحرام نہیں؟“ لوگوں نے کہا ”بے شک۔“

اس اسلوب خطاب سے مقصود یہ تھا کہ لوگوں کے دل میں قربانی کے دن، حج کے لیے اور مکہ مکرمہ کی حرمت پیوست ہو جائے، یہ ہو چکا تو فرمایا۔

”تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں اسی طرح قیامت تک احترام کی مستحق ہیں، جس طرح تمہارے لیے آج کا دن (قربانی کا دن) یہ مہینہ (حج) کا مہینہ (اور یہ شہر) مکہ مکرمہ (مکہ مکرمہ) احترام کے مستحق ہیں۔“

حجۃ الوداع کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت کم مدت اس دنیا میں گزار دی، روایات مظہر ہیں کہ تکمیل دین کی آیت نازل ہونے (یعنی ۹ ذی الحجہ) سے صرف ۸۱ روز بعد وفات پائی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

☆☆☆☆☆

عشرہ ذی الحجہ اور اس کا پیغام

مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

اسلامی تقویم کا آخری مہینہ عید الاضحیٰ ہے، جس کو عام طور پر بقر عید بھی کہا جاتا ہے، اس مہینہ کی آمد سے قربانیوں کا وہ عظیم تصور پیدا ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کا شعار ہے، انسانی عظمتوں کی معراج اس مہینہ کی عظیم قربانیوں سے وابستہ ہے، یوں تو پورا مہینہ خدا کی قدرتوں اور حکمتوں کی تیرگیوں کی آئینہ دار ہے، لیکن عشرہ اولیٰ (شروع کے دس دن) کی عظمتوں کا کیا پوچھنا، اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کے بندوں پر کس کس انداز میں سایہ فگن ہوتی ہیں اور اس کی نوازشیں کس کس عنوان سے اس کے دامن مراد کو بھرتی ہیں احادیث نبوی کے آئینہ میں ان کی جھلکیاں دیکھی جاسکتی ہیں۔ یوں تو پورا عشرہ نہ صرف برکتوں سعادتوں سے بھرا ہوا ہے، بلکہ اس کے ساتھ ایک ایسے عظیم پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ولولہ، انقیاد، تسلیم و رضا ایثار و قربانی کی تاریخ وابستہ ہے، جو اپنی فطری تعلیمات اور اپنے پیغام کی دلکشی اور ہمہ گیری کی وجہ سے مسلمانوں ہی کا نہیں دنیا کی دیگر اقوام کا بھی پیشوا سمجھا گیا ہے۔

جہاں تک ان دنوں کی غیر معمولی خصوصیتوں کا تعلق ہے اسلامی تعلیمات میں ان کا مقام بہت اونچا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ کے ارشادات کی روشنی میں آئیے ان عظمتوں کی تحصیل کی کوشش کریں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس پیارے

اسلوب میں ان عظمتوں کی نشاندہی فرمائی ہے، ایک حدیث میں فرمایا ہے:

”اتجھ کاموں کے لیے اللہ تعالیٰ کو کوئی دن ان دنوں سے زیادہ پسندیدہ نہیں۔“ (ترمذی)

ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا:

”ذی الحجہ کے دس دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب دنوں سے افضل ہیں، ان دنوں میں عبادت اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے، لہذا تم ان دنوں میں کثرت سے لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہتے رہو، ذکر الہی بہت کرتے رہو، اور ان دنوں میں ایک روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے، اور نیکیوں کا ثواب سات سو نیکیوں تک ہے۔“ (ترغیب و ترہیب) اس پورے عشرہ میں نویں تاریخ جسے عرفہ کہا جاتا ہے ایک خاص حیثیت کا حامل ہے، حدیث پاک میں ایک خاص انداز میں اس کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے، پورے سال کے دن سے اس کو افضل گردانا گیا ہے، اس خاص دن کے اعمال کی فضیلت نہایت ہی اثر انگیز انداز میں یوں بیان فرمائی گئی ہے، ارشاد ہے:

”عرفہ کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنے بندوں سے بہت قریب ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں اور ان کے باہرکت اعمال کو فرشتوں کے سامنے رکھتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے فرشتو! دیکھو! یہ ہیں میرے بندے۔“

اس کے روزے کے متعلق ارشاد گرامی ہے ”جو شخص عرفہ کے دن یعنی (نویں ذی الحجہ) کو روزہ رکھے گا اللہ تعالیٰ اس روزے کی برکت سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کی لغزشوں کا کفارہ بنا دے گا۔“ (مسلم) اسلام کا عظیم رکن حج اس کی ادائیگی کے لیے لاکھوں انسان اسی تاریخ میں میدان عرفات میں اپنے مالک کے حضور میں جمع ہوتے ہیں، اور دل کی گہرائیوں سے اپنے مالک کو یاد کرتے ہیں کبھی جبل رحمت کو دیکھتے ہیں اور اس تصور میں کھو جاتے ہیں کہ اسی تاریخ میں سید المرسلین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اسی پہاڑی کے دامن میں اپنے ایک لاکھ سے زائد جاں نثاروں کے ساتھ وقوف فرمایا تھا، اللہ کے حضور میں گڑگڑا کر دعائیں کی تھیں، لہذا حاج کرام سر بردہ چلپلاتی ہوئی دھوپ میں اللہ کے حضور کھڑے ہو کر دعاؤں میں مصروف رہتے ہیں، غیر حاج کے لیے اس دن روزے کی ترغیب دی گئی ہے تاکہ اس تصور کا استحصال قائم رہے، لہذا اس دن خاص طور پر روزہ کا اہتمام کرنا چاہئے، البتہ اس مہینہ کی ۱۰، ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ مارچ چار تاریخوں میں روزہ رکھنے کی ممانعت کی گئی ہے، ان دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے۔

عشرہ ذی الحجہ کی ان عظمتوں کا تصور کیجئے اور ان آیتوں کی تلاوت کیجئے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ”والفجر والیال عشرہ“ اور قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی، اکثر مفسرین نے اس سے مراد ذی الحجہ کی ان دس راتوں کو لیا ہے، تو جس عشرہ کی خالق کائنات نے قسم کھائی ہو، اس کی عظمتوں کا کیا پوچھنا، لیکن افسوس کہ یہ پورا عشرہ ہماری غفلتوں کا شکار ہو جاتا ہے، قربانی کے جانوروں کی خرید و

عید قربان

مولانا عبدالماجد ربابی

(WAVE LENGTH) سے نشر ہوئی کہ آج

تک اس کی تھر تھراٹ فضا کے کائنات میں آپ خود سن رہے ہیں۔

ج کی تاریخ میں ابھی ہفتوں کا نہیں مہینوں کا

زمانہ باقی ہے کہ دربار کی حاضری کی تیاریاں شروع

ہو گئیں۔ اور اپنے اپنے گھر سے چل کھڑے ہوئے

اپنے مالک و مولیٰ کے متوالے، دنیا کے گوشہ گوشہ

سے، روئے زمین کے چپے چپے سے کوئی کاہل سے،

کوئی قندہار سے، کوئی مصر سے، کوئی ایران سے، کوئی

عراق سے، کوئی بخارا سے، کوئی سیلون سے، کوئی

جاوا سے، کوئی افریقہ کے ویرانہ سے کوئی یورپ کے

نشاط خانہ سے، غرض خلقت ہے کہ ہر چہار طرف سے

امنڈتی چلی آ رہی ہے۔ بیاتین من کل فنج عمیق

کوئی ریل سے، کوئی جہاز سے، کوئی موٹر پر، کوئی لاری

پر، کوئی پیدل، کوئی سواری پر کوئی غریب اپنی کمر کوکے

ہوئے اور کوئی صاحب اونٹ کی پیٹھ پر جسے ہوئے۔

کعبہ اسلام کا جغرافیائی مرکز ہے۔ مرکز کاربط

محیط کے گوشہ گوشہ سے دائرہ کے نقطہ نقطہ سے۔ دانا

دینا جوڑنے والے نے یوں جوڑا کہ ہر صاحب

حیثیت پر عمر میں کم از کم ایک مرتبہ حج فرض کر دیا۔ حج

کا رکن اعظم ہے نوزدی الحج کو میدان عرفات میں

حاضری سووہ کل ہوگئی اب آج کا دن اس سعادت

کی خوش منانے کا دن ہے۔ کلمہ گو جہاں کہیں بھی آباد

ہیں آج جشن منائیں گے لیکن اس مسرت کی غفلت

میں دن چڑھے تک خزانے لینے کے بجائے آج

معمول سے اور سویرے انھیں گے غسل کریں گے

اجلے کپڑوں کے ساتھ بٹاش چہروں کے ساتھ

عید گاہ روانہ ہوں گے اور واپس آئیں گے تو ان میں

جو صاحب حیثیت ہیں وہ اچھے اور پاک صبح اور

تندرست جانوروں کی قربانی کا تحفہ اپنے پروردگار

اللہ دو مہینے دن کی مدت بھی کوئی مدت

ہے، بات کہتے کٹ گئی اور شوال کی پہلی کی یاد بھی منٹے

نہ پائی تھی کذی الحجی دسویں آگئی۔ وہ مسلمان کی پہلی

سالانہ عید تھی یہ دوسری اور آخری وہ عید الفطر تھی یہ

عید قربان یا عید الاضحیٰ (فطرا العوام میں عید الاضحیٰ) وہ عید

میشی تھی آج کی عید تکین۔ اس روز سونیاں پلائی گئی

تھیں۔ آج قربانیاں ہوں گی۔ وہ جشن تھا اس کا کہ

اطاعت اور ضبط نفس کے پورے تیس دن ختم ہوئے اور

نزول قرآن کی یادگار پورے مہینہ بھر سنائی جاتی رہی تھی

آج خوشی اس کی ہے کہ نصیب والے عین مرکز اسلام

میں کعبہ اللہ کے گرد چکر پر چکر کاٹ رہے ہیں۔

طواف و زیارت کی دولتوں سے مالا مال ہو رہے ہیں۔

پروانے شمع پر نثار ہو رہے ہیں۔ مکہ کی گلیوں میں،

مکانوں میں، دوکانوں میں، مسجد حرم کے صحن میں،

دالانوں میں، حاجیوں کا، زائرین کا جھوم، منی کے

میدانوں میں، میمنوں میں، مکانوں میں قربانیوں کی

دھوم! پورے عشرہ کا عشرہ چاند کی پہلی سے دسویں تک

وقف خیر و برکت کے لیے نزول رحمت کے لیے جس

تکلی کی بھی توفیق پاجائے، ہمیشہ سے زیادہ معمول سے

بڑھ کر ثواب لائے۔ خود حاجی ہونا لگ رہا، حاجیوں

کی نقل تک باعث اجر ان کی طرح بال بڑھائے

باخن نتر شوائے اس کا بھی اجر پائے!

لیک، اللہم لیک، لیک، لا شریک لک،

لیک تاریخ کی زبان سے روایت یہ سننے میں آئی

کے حضور میں پیش کریں گے، خود اپنی طرف سے

اپنے عزیزوں کی طرف سے، بزرگوں کی طرف سے

اور جب کھانے کا وقت آئے گا تو تمہا نہیں کھالیں

گے بلکہ پہلے ایک تہائی محتاجوں مسکینوں اور مفلسوں کو

نذر کر دیں گے ایک تہائی دوست احباب کی خدمت

میں پیش کریں گے جب کہیں ایک تہائی اپنے لئے

رکھیں گے عید الفطر کے دن تاکیدی کسی کو کوئی بد نصیب

فائدہ سے نہ رہ جائے۔ عید قربان کے دن ترغیب ہے

کہ غریب سے غریب بھائی کی زبان کو کھانے پینے

کی لذتوں کا کچھ تو مزہ آ جائے۔

عید الفطر سال گرہ تھی نزول قرآن کی عید

قربان سال گرہ ہے بنیاد کعبہ کی۔ ابراہیم موحّد تھے

موحدوں کے سردار، توحید ہی کے جرم میں آگ میں

جھونکے گئے تھے، ملک سے نکالے گئے تھے، حق تھا

کہ ان کی قائم کی ہوئی یادگار کے سلسلہ میں توحید ہی

کارنگ ہر رنگ پر غالب ہو، اور سب سے نمایاں۔

آج آفتاب بلند ہوا کہ لگے لوگ عید گاہ اور مسجدوں

کی طرف چلنے اور لگے ہر طرف سے رب کی بڑائی

کے نعرے بلند ہونے! سینوں کے اندر توحید کے

دولے، زبانوں پر تکبیر کے زمز۔ کیا خوب ظاہر ہے

اور کیا خوب باطن اور کیا خوب قال اور کیا خوب حال

عید کے دن یاد ہوگا کہ تکبیریں صرف نماز عید کے

ساتھ تھیں اور آمدورفت کے راستے میں، بقر عید کے

موقع پر ایک نماز، ایک وقت بلکہ ایک دن بھی اس

جوش کے اظہار کے لیے کافی نہیں۔ اب کی تکبیر

شروع ہوگئی ۹ تاریخ کی فجر ہی سے اور جاری رہے

کی ہر نماز کے ساتھ! ابھی تین دن اور اور یعنی ۱۳ کی

عصر تک، مرکز میں آج مسلمان اٹھتے بیٹھتے چلتے

پھرتے پکارتے گا "لیک، اللہم لیک، لا شریک

لک لیک"، حاضر ہے اے مالک و مولیٰ یہ غلام

حاضر ہے یہ شہادت دیتا ہوا حاضر ہے۔ یہ آداب

حاضری دینے والوں کے ہوتے مرکز سے دور باہر

والے ۹ سے ۱۳ کی سہ پہر تک ساڑھے چاروں ہر نماز

کے بعد پکاریں گے "اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ

الا اللہ، واللہ اکبر اللہ اکبر، واللہ الحمد" بڑائی تو

آپ میں ہے صرف آپ میں ہے صرف آپ میں

ہے آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بڑائی تو آپ

میں ہے صرف آپ میں ہے، صرف آپ میں ہیں۔

ہمارے شکر کی مخاطب آپ ہی کی ذات ہماری ہر مدح

و ثنا کے سزاوار آپ ہی کے کمالات۔

مسلمان قربانی کے لیے تیاری، دنوں، ہفتوں

، مہینوں پیشتر سے کرے گا پاک صاف جانور اچھا

تندرست بے عیب دیکھ کر خرید گا، کھلائے گا، پلائے

گا، اپنے سے خوب پلائے گا اور جب اس سے تعلق

انس و محبت کا، رحمت و شفقت کا قائم ہو جائے گا تو

اپنے اور اس کے دونوں کے مالک کے حکم سے اس

تعلق پر اپنے ہاتھ سے چھری چلا دے گا۔ پالے

ہوئے جانور کو پیار کی نظروں سے دیکھے گا آخر وقت

تک کھلائے پلائے جائے گا لیکن جب حکم کی تعمیل

میں زمین پر لٹائے گا تو قبل رخ منہ اس طرف کر کے

جدھر وہ خود دن رات میں خدا معلوم کتنی بار جھکتا ہے

اور گرتا ہے۔ اور زبان سے کہتا جائے گا "انسی

وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض

حنیفاً وما انا من المشرکین"۔ نہیں یہ کسی دیوی

دیوتا کی بیعت نہیں چڑھا رہا ہوں، میرا رشتہ تو

صرف اسی سے جڑا ہوا ہے میں تو پجاری صرف اسی کا

ہوں جس نے پیدا کر رکھا ہے آسمان و زمین کو۔

میرا دستور زندگی تو تمام تر اس کے قانون کی پیروی

ہے۔ کھان صلاحتی و نسکی و محیای و مماتی

للہ رب العلمین" میری دعائیں اور میری عبادتیں

میری زندگی اور میری موت نہ اپنے نفس کے لئے

ہے اور نہ قوم اور اس ملک کے چھوٹے موٹے دیوی

دیوتا کے لئے ہے اسی کے حکم اور قانون کے تابع ہے

جو پروردگار ہے ہر ملک کا، ہر قوم کا ساری مخلوقات کا

، جمیع موجودات کا کل کائنات کا۔

ڈاکٹر جب مریض کو آپریشن کی میز پر لٹاتا ہے

تو پہلے آپریشن والے عضو کو دوا لگا کر سن کر دیتا ہے یا

مریض کو کلوروفارم سکھا کر بے ہوش، مسلمان بھی

جب جانور کو ذبح کے لئے قبلہ رخ لٹائے پر چھری

چلاتا ہے تو روح کو ایک مختصر دو نفسی نغمہ سنا مست

و مدہوش کر دیتا ہے۔ "بسم اللہ اللہ اکبر" اے

خاک کی صورت میں تجھے مردہ اپنی طرف سے نہیں

کر رہا ہوں میں تو خود تیری ہی طرح مخلوق تیری ہی

طرح بے بس تیری ہی طرح خاک تیری ہی طرح

فانی۔ میں چھری چلا رہا ہوں اپنے اور تیرے

پیدا کرنے والے کا نام لے کر اپنے اور تیرے مالک

کے قانون کے ماتحت زندگی کا عطیہ بخشے والا بھی وہی

اسے واپس لینے والا بھی وہی۔ جان ایک روز ڈالی

بھی اسی نے اور آج نکالی بھی اسی نے۔ بڑائی کا حق

دار حکم چلانے والا صرف وہی!۔ سننے ہیں کہ فوج کے

سپاہی جنگ کے میدان میں فوجی بیٹہ اور وطنی ترانہ کی

آواز سن کر ایسے مست ہو جاتے ہیں کہ جان کی

پروائیں رہ جاتی اور بددوق کی گولیوں، توپ کے

گولوں، ٹینکوں کے وار کے لئے بے تکلف اپنے

سرو سینہ کو پیش کر دیتے ہیں۔ اللہ کے نام کی کشش کیا

روح کے لیے اتنی بھی نہیں، جاننے والے تو یہاں

تک کہہ گئے ہیں کہ روح اس اسم پاک سے ایسی

مست و بے خود ہو جاتی ہے کہ خود حالت طرب میں

بہسی خوشی باہر آ جاتی ہے، گو جسم دیکھنے والوں کی نظر

میں بڑھتا لوٹتا رہے۔ آخر کلوروفارم کا کام آپریشن میں

بھی تو یہی ہوتا ہے کہ رگوں پر گیس جسم کی کتنی رہیں خون پر خون بہتا رہے لیکن مریض کا احساس اذیت و کرب مردہ ہوجاتا ہے۔ اللہ شہدی رکھے حضرت اکبر کی تربت کو، کیا خوب فرمائے ہیں۔

احساس ہی ایذا کا نہ ہوا میں فریاد و نفاق کیا کرتا آنکھ اپنی لڑی تھی قاتل سے جس وقت یہ خیر تھا گلا کہتے ہیں کہ ایک بار ان ہی کعبہ کی تعمیر کرنے والے، آگ میں کود پڑنے والے، حج کی پکار کرنے والے، ابراہیم نے بھی قربانی پیش کی تھی، یہ قربانی بکرے کی نہ تھی، مینڈھے کی نہ تھی، اونٹ کی بھی نہ تھی، چیتے اور لاڈلے نور نظر اسماعیل کی تھی۔ خواب میں حکم محبوب ترین اسی کی قربانی کا ملا۔ پیغمبر کے خواب بھی الہامی ہوتے ہیں۔ صبح اٹھ مشورہ اسماعیل سے کیا اس سے کیا جو آنکھوں کا تارا بڑھاپے کا سہارا تھا۔ مشورہ خود اسی کے ذبح کے باب میں اسی سے کیا۔ دنیا کی تاریخ میں کب کسی عزیز نے عزیز سے اس کے قتل و ذبح کے باب میں مشورہ کیا ہے؟ کب کسی شفیق اور عاشق زار باپ اپنے لخت جگر کے سامنے یہ تجویز پیش کی ہے؟ ہر صاحب اولاد و ذرا دل

کی وسعت و عظمت کی پیمائش کر پائے۔ آج کہنے کو عید نہیں بقر عید ہے۔ لیکن سماں بڑی حد تک اسی عید کا قائم ہے۔ وہی گھروں میں دھوم دھام وہی عید گاہ میں اتر دھام۔ عید سے بڑھ کر دعوتوں کے چرچے۔ عید سے کہیں بڑھ کر چٹ پٹے گرما گرم کبابوں کے مزے۔ ادھر ران بھن رہی ہے ادھر کھینچی تلی جا رہی ہے۔ کہیں کہیں سرخ پھندے سے تلی گئی رہے ہیں۔ کہیں تو رمد اور قلیہ کے دیکھے تر رہے ہیں کھانوں کی وہ خوشبو کہ بے بھوک کے بھوک لگ آئے کھانے والوں کی یہ آرزو کہ کوئی مفلس سا مفلس بھی دروازہ پر آ کر محروم واپس نہ جائے۔ گانا بجانا شریعت کے قانون میں ماورا لیکن عید بقر عید کے موقع پر مناسب حدود کے اندر اس کلیہ میں استثناء۔ مگر گھر آج پیش ہو رہی ہیں عید یاں اور مبارک بادیں اور فضا میں گونج رہی ہیں اللہ اکبر کی صدائیں۔ ریڈیو کا یہ کرم ہے اس کے توسط سے ایک روز پہنچ گیا تھا ہزار ہا ہزار سننے والوں تک عید کا سلام اور آج نذر میں پیش ہو رہا ہے یہ بقر عید کا پیغام۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

20 ملین ریال کے صرفہ سے غلاف بیت اللہ تیار

سعودی عرب میں ہر سال کی طرح سال رواں بھی حج سے پہلے کعبہ اللہ کی تزئین و آرائش اور غلاف (کسوہ) تبدیل کرنے کی تیاریاں کی جا رہی ہیں۔ سعودی خبر رساں ایجنسی "انس، بی، اے" کے مطابق الحرمین الشریفین امور کے گھرانے شیخ صالح بن عبدالرحمن العسین کی عمرانی میں نیا غلاف کعبہ تیار کیا گیا ہے، جسے 9 مئی کو عید اللہ کی زینت بنایا جائے گا، رپورٹ کے مطابق حکومت کی عمرانی میں تیار کئے گئے غلاف کعبہ کے لئے نہایت قیمتی کپڑے استعمال کیا گیا ہے، غلاف کے لئے خالص ریشمی کپڑے پر سونے کے پانی سے آیات اور دیگر کلمات مقدسہ منقش کئے گئے ہیں۔ سیاہ رنگ کے غلاف کی تیاری پر 20 ملین ریال لاگت آئی ہے، جو سعودی حکومت نے برداشت کئے ہیں۔ غلاف کعبہ کی اونچائی 14 میٹر اور سبائی 47 میٹر ہے۔ چار کونوں والے غلاف میں ریشمی کپڑے کے 16 مختلف حصوں کو باہم ملا یا گیا ہے۔ اونچائی میں اوپر کے ایک تہائی حصہ کا عرض 95 سینٹی میٹر رکھا گیا ہے، کعبہ اللہ کی چھت سے ملحقہ غلاف کی پٹی پر چاروں اطراف میں آیات قرآنی منقش کی گئی ہیں، ان کے نیچے ایک تہائی کی شکل "بیا حسبی یا قیوم یا رحمن یا رحیم، الحمد لله رب العلمین" کے الفاظ درج ہیں۔ غلاف کعبہ میں سونے کے پانی سے مختلف آیات کی تحریر کے ساتھ خالص سونے کے دھاگے سے بھی کلمات طیبات کی کڑھائی کی گئی ہے، جس سے غلاف کعبہ کے ساتھ الگ سے ایک پرت بھی لگایا گیا ہے۔ یہ تمام پرت ایک دوسرے کے ساتھ نہایت خوبصورتی کے ساتھ جوڑے گئے ہیں۔ غلاف کعبہ کو تین مراحل میں تیار کیا گیا اور پہلے مرحلے میں سیاہ سرخ اور سبز رنگوں کو ملا کر اس کے رنگ کو پختا کیا گیا۔ دوسرے مرحلے میں اس کی سلائی کی گئی۔ سلائی میں عام دھاگے کے علاوہ سونے کی زنجیر بھی استعمال کی گئی ہے، تیسرے مرحلے میں اس پر مختلف رسم الخط میں آیات قرآنی اور کلمات طیبات کی نقش کاری کی گئی۔ ان تمام امور کی انجام دہی کے لئے روایتی انداز یعنی قاصوں سے سلائی کڑھائی کے ساتھ جدید ترین تکنیک بھی استعمال کی گئی ہے۔ سلائی کڑھائی کے لئے استعمال ہونے والی جدید مشینوں کے علاوہ نقش کاری اور آیات کی تحریر کے لئے جدید نوعیت کے پرنٹرز سے مکمل فائدہ اٹھایا گیا ہے۔

☆ ☆ ☆

مقصد قربانی

قربانی کا صحیح راستہ

• مولانا سید محمد الحسنی



اس دنیا میں ہر شخص کو کچھ نہ کچھ قربانی اور ایثار سے کام لینا پڑتا ہے، جان کی قربانی، مال کی قربانی، اوقات کی قربانی اور عادات و خواہشات کی قربانی، ہر شخص کو اللہ تعالیٰ نے کسی نہ کسی درجہ میں محبت کا جذبہ اور قربانی کا داعیہ ودیعت کیا ہے، اس کے معروف و معلوم حواس کے ساتھ ایک اور نامعلوم حس بھی رکھی ہے، جو اس کو اس پر بھاتی رہتی ہے اور بعض وقت اس سے بڑے بڑے کام کروا لیتی ہے۔

اس قربانی کا مرکز اور اس کا مقصد کیا ہونا چاہئے، کون سی ذات ہماری قربانی اور محبت کی سبب زیادہ مستحق ہے، اور وہ ہم سے کس قسم کی قربانی چاہتی ہے؟ اس کے متعلق دنیا میں ہمیشہ دو گروہ رہے، اہل حق اور اہل باطل، یا مسلم و غیر مسلم، ایک طبقہ نے اپنے نفس کو، اپنے خاندان کو، اپنے جیسے انسانوں کو، زمین کو، دولت کو اور قومی عزت کو اپنا معبود مقصود بنا لیا، اس کو اپنی قربانی و محبت کا مرکز اور اپنے سفر کی آخری منزل قرار دیا اور ان کی ساری تنگ و دو اس دنیا کی عارضی زندگی اور چند روزہ بہار کے لیے محدود اور وقف ہو گئی ﴿وَالَّذِينَ ضَلَّ سَعِيَّهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا﴾۔

مسلمانوں کا طرز عمل اور ان کا عقیدہ اور یقین اس سے بالکل مختلف تھا، ان کی محبت و قربانی کا اصل مرکز ہمیشہ اللہ تبارک تعالیٰ کی ذات رہی، اور انہوں نے ہر دور میں اس کے راستے میں ہر قسم کی قربانیاں دیں، اور جس قربانی کا جس وقت مطالبہ ہوا اسی

وقت وہ قربانی پیش کی اور کبھی ان کے پائے استقامت میں کوئی لغزش اور دعویٰ محبت میں کوئی کمزوری نظر نہیں آئی، ﴿وَمِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيْلًا﴾ انہوں نے قربانی کو کبھی تقسیم نہیں کیا، انہوں نے اس کے ساتھ وہ سلوک نہیں کیا جو بد قسمتی سے آج ہم مسلمان اس کے ساتھ کر رہے ہیں۔

یہ تقسیم کیا ہے؟ یہ تقسیم یہ ہے کہ بکرے کی قربانی تو ہم نے اللہ کے لئے رکھ چھوڑی ہے اور وقت، مال اور عادات و خواہش کی قربانی اپنے لئے مخصوص کر لی ہے، سالانہ قربانی اللہ کے لئے ہے اور روزانہ قربانی اپنے لئے ہے، اپنی محبوب اولاد، محبوب بیوی اور مال و دولت کے حصول کے لئے ہے۔

آج مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے قربانی کا مطلب صرف یہ سمجھ لیا ہے کہ ہر سال حج کر آیا کرو، ولیمہ اور عقیقہ کی شاندار دعوت کر دیا کرو اور بقر عید میں کسی جانور کی قربانی کر لیا کرو اور اس کے بعد سال بھر چین کی بانسری بجایا کرو، بد قسمتی سے کچھ لوگوں نے اس میں کچھ اور حرام چیزیں شامل کر لی ہیں اور اس میں اس فرصت کے فلسفہ کے ساتھ لذت اور تفریح طبع کی بھی آمیزش ہے، وہ قبروں پر چادر چڑھاتے ہیں، عمر و دقوائی سے لطف اندوز ہوتے ہیں، بزرگوں کی قبروں پر میلے منعقد کرتے ہیں اور گناہ بخشوا کر اور سال بھر کے لئے

جنت کی ضمانت لے کر واپس آ جاتے ہیں۔ جو لوگ ان بدعتوں سے محفوظ اور ان برائیوں سے دور ہیں وہ کسی مدرسہ کو چندہ دے کر، کوئی سبیل لگوا کر، کسی مسجد میں حافظ کا انتظام کر کے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ کے لئے جو کچھ قربانی کرنی تھی کر چکے، اب ان کو کسی چیز کی قربانی کی ضرورت نہیں، اور اگر ضرورت پڑی تو اس کے ہتھاراب وہ خود ہیں، اس کے بعد ہمیں شکایت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت نہیں آتی اور مسلمانوں کی مدد نہیں ہوتی، یاد رکھئے کہ مدد کا وعدہ بکرے کی قربانی کے ساتھ نہیں، بلکہ عادت کی قربانی اور خواہش کی قربانی کے ساتھ مشروط ہے ﴿لٰكِن يَنْتَظِرُ اللّٰهُ لِمَوْمِنًا وَاٰتِيَتْهَا وَلٰكِن يَنْتَظِرُ اللّٰهُ لِمَنْ تَقُوٰى مِنْكُمْ﴾ اللہ کو کچے یا بھنے ہوئے گوشت، لاسے چوڑے دسترخوانوں اور خوشبودار غذاؤں کی طلب نہیں ہے اور یہ چیزیں اس کے پاس نہیں پہنچتیں، اس کے پاس دل کا ادب و لحاظ، خدا کا خوف اور خدا کی محبت اور خدا کے لئے نفس و مال کی قربانی پہنچتی ہے اور اسی میں اس کی رحمت کو متوجہ کرنے کی طاقت ہے۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ہمارے لیے صبح سے شام تک دفتروں میں سر کھپانا، رات رات بھر سر کاری ڈیوٹی انجام دینا، اپنے کاروبار اور اپنے بزنس کی ترقی کے لئے ہر مصیبت خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرنا، اور ہر تکلیف گوارا کرنا آسان ہے، لیکن صبح کے وقت اپنا بستر چھوڑ کر نماز کے لئے اٹھنا مشکل ہے!!

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ پان، مگریت، جائے میں کچھ تاخیر ہو جائے تو ہمیں اذیت ہونے لگتی ہے، ہماری پیشانی پر ٹکئیں پڑ جاتی ہیں، اور اگر کسی وقت کی نماز قضا ہو جائے، کسی کی حق تلفی ہو جائے، کوئی ناجائز کام ہم سے سرزد ہو جائے تو

ہیں احساس تک نہیں ہوتا! کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ اپنی ایک ادنیٰ خواہش اور قلبی تقاضہ پر ہم جتنا روپیہ چاہتے ہیں صرف کر دیتے ہیں، اپنے موڈ [Mood] کی تسکین کے لئے ہر قسم کی فضول خرچی کر گزرتے ہیں اور کسی صحیح مصرف اور ضرورت پر جس کا تعلق آخرت کے ثواب اور خدا کے وعدہ پر ہو، چند آنے خرچ کر کے ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم نے سارے گناہوں کی تلافی کر دی!

یہ چند حقائق ہیں، غور سے دیکھا جائے تو نظر آئے گا کہ ہماری ساری زندگی اس قسم کے نمونوں سے بھری ہوئی ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنی بری عادتوں کی اصلاح اور اپنی خواہشات کی بندش کی ضرورت کبھی محسوس نہیں کی، قربانی کی اس غلط روش پر چلنے رہے جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

قربانی کی حقیقت یہ ہے کہ پہلے آدمی اپنے ارادہ، اپنی خواہش، اپنی عادت اور اپنے مزاج کے گلے پر چھری بھیرے۔ اپنے دل کے کہنے پر نہیں بلکہ خدا اور رسول کے کہنے پر چلنے کا فیصلہ کرے، اور اس قسم کے ہر موڑ پر خدا کے ڈر اور آخرت میں جواب دہی کے خیال سے برائی سے اپنا ہاتھ روک لے، اور دل پر چھر کر کہ اس سے باز رہے، اور اس مقام رہے وہی النفس عن الہوی فان العنة ہی العاویٰ۔

جو کوئی تاجانز آواز خواہ وہ کتنی مٹھی اور سلی ہو، جس اس لئے نہ سنے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے، کسی غلط چیز سے خواہ وہ بار بار اس کے سامنے آئے، جس اس لئے نکالیں بھیرے کہ یہ حکم الہی کی خلاف ورزی ہے، جو دوستوں کی محفل سے اپنی ساری دلچسپی کے باوجود محفل اس لئے اٹھ آئے

کہ اس میں غیبت و عیب جوئی ہو رہی ہے، جو اپنے گھروالوں کے غلط اور ناجائز مطالبات ان سے اپنی محبت و تعلق کے باوجود محض اس لئے رد کر دے کہ اس میں احکام شریعت سے سرتابی اور معصیت کا ارتکاب ہے، اپنے والدین، اپنے بھائیوں اور اپنے قریب ترین عزیزوں کے خلاف ان کی مروت اور شرم کے باوجود صاف صاف گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم یہی ہے۔

اس سے کم درجہ یہ ہے کہ جہاں وہ دن رات میں اپنی ٹیکڑوں خواہشات پوری کرتا ہے اور اپنے نفس کے تقاضوں کی تکمیل کے لئے ہر قسم کی قربانی پر آمادہ ہو جاتا ہے، وہاں کسی وقت اللہ تعالیٰ کے احکام بجالائے، اس کے دررحمت پر دستک دینے، اور اس کی نظر کرم کو متوجہ کرنے پر بھی صرف کرے، اور اس کے لئے اپنے نفس اور مال اور اپنی خواہش و عادت کی بھی تھوڑی بہت قربانی پیش کرے۔

وہ کم از کم بڑے بڑے گناہوں سے بچنے، غیبت، خیانت، جھوٹ، بدگمانی اور فرائض میں کوتاہی سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرے، اور اس راہ میں اگر اس کے اپنے اوقات اور اپنی عادت کی کچھ قربانی کرنے پڑ رہی ہو تو اس سے بالکل دریغ نہ کرے۔

قربانی کی یہ صحیح تصویر ہے، جس پر خدا کی نصرت کا وعدہ ہے، اس قربانی میں کوئی تقسیم نہیں، یہ جانور کی قربانی سے لے کر اپنے نفس کی قربانی تک محیط ہے، بلکہ جانور کی یہ قربانی دراصل اسی نفس کی قربانی کا عکس اور اس کی مثالی تصویر اور اس کا مادی بیکر ہے، اور جانور کی قربانی کا کیا ذکر، حضرت اسماعیلؑ جیسی ہستی کی قربانی کا حکم اور اشارہ اسی لیے تھا کہ اس محبت کی قربانی ہو جو ایک چاہنے والے باپ کے دل میں اپنے محبوب فرزند کے لئے موجود ہوتی ہے۔

قربانی کی حقیقت اور اس کی روح (خواہ وقت کی قربانی ہو یا مال کی، جان کی ہو یا خواہشات کی، محبت کی ہو یا عادت اور رجحان کی) یہ ہے کہ آدمی خدا کے ڈر کے سامنے، ماحول، سماج اور حکومت کے ڈر سے اور خدا و رسول کی محبت کے سامنے انسانوں کی محبت، دولت کی محبت اور دوسری تمام محبتوں سے دستبردار ہو جائے، اور اس کو اپنے تمام تعلقات، محبتوں، عادتوں اور خواہشوں پر ترجیح دے۔

حدیث میں آیا ہے کہ تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوگا، جب تک کہ میں اس کو اس کے مال، اہل و عیال اور اس کے نفس سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

اور خود قرآن مجید کا صاف ارشاد ہے: (کہہ دیجئے اگر باپ، دادا تمہاری اولاد اور بھائی، تمہاری بیویاں اور تمہارے اعزہ، اور وہ مال جو تم نے کمایا ہے اور وہ تجارت جس کی کساد بازاری کا تم کو ڈر ہے اور وہ رہنے کی جگہیں جو تم کو محبوب ہیں، اگر اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کے راستہ میں جہاد اور کوشش کرنے سے زیادہ محبوب ہیں، تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم دے دے، بلاشک اللہ ہدایت نہیں کرتا فاسق لوگوں کو)۔

قربانی کا یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر اللہ کے کچھ بندوں نے پوری انسانیت کی قسمت بدل دی تھی اور اپنی حقیقت سمجھ لی تھی، خدا کی نصرت کے حصول کے لئے آج بھی یہی واحد راستہ ہے، اور یہی ایسا راستہ ہے جو مسلم غیر مسلم ہر قسم کی حکومت میں مسلمانوں کے لئے کھلا ہوا ہے، اس لئے اس میں اکثریت و اقلیت اور آزادی و مجبوری کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

☆☆☆☆☆

ندوة العلماء اور قضیہ فلسطین

مولانا نذرا حفیظ ندوی از ہری

ندوة العلماء کے قیام کے پس منظر اور اس کے اسباب و محرکات پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس ادارہ کے قیام میں دینی غیرت و حمیت اور دین اسلام کی پوری دنیا میں سر بلندی کی خواہش اور اس کے لیے مخلصانہ جذبہ کو بنیادی حیثیت حاصل تھی، اس کے روشن ضمیر بانیوں کی نظر میں اس وقت پوری دنیا کے مسلمان تھے جو عالمگیر استعماری طاقتوں کی چنگی میں بری طرح پے جا رہے تھے، مولانا سید محمد علی مونگیری نے مکہ مکرمہ سے جو نقشہ یہاں کے طلبہ کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں مولانا حکیم سید عبدالرحمن حسنی کو بھیجا تھا، اس سے ان کے بلند تخیل، وسیع ذہن اور جامع و زندہ نظام تعلیم کے نظریہ کا کسی قدر اندازہ ہو سکتا ہے، اس خط میں عربی زبان کو زندہ زبان کی حیثیت سے پڑھانے اور اس میں مہارت پیدا کرنے پر زور دیا تھا تاکہ ایک طرف قرآن و سنت کی شاہ کلید ہمارے ہاتھ لگ سکے، دوسری طرف وسیع اسلامی برادری سے رابطہ قائم ہو سکے اور ہم مسلمان عربوں کو ان کا بھولا ہوا سبق یاد دلا سکیں کہ ہمارا فرض ہے اور عربوں نے ہم پر جو احسان کیا ہے اس کا ہم بدلہ دے سکیں۔

اس کے ساتھ علامہ شبلی نعمانی کے سفر نامہ روم و مصر و شام کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس پورے علاقہ کا سفر اسی لیے کیا تھا کہ بہتر سے بہتر نصاب تعلیم کا انتخاب کر کے دارالعلوم میں داخل کر سکیں، ندوة العلماء کے قیام کے بعد ہی

سے وہاں کے مشہور اخبارات و رسائل آنے لگے، دارالمصنفین کے قیام سے بھی علمی روابط میں مسلسل استحکام ہوتا رہا، ندوة العلماء کے ایک عمومی اجلاس میں علامہ شبلی نعمانی کی موجودگی میں ان کے شاگرد رشید علامہ سید سلیمان ندوی کی عربی میں برجستہ تقریر، پھر علامہ رشید رضا کی اس جلسہ میں شرکت اور برصغیر کے علماء کی دینی و علمی خدمات کا اعتراف، علامہ سید سلیمان ندوی کا سفر انگلستان، پھر ۱۹۳۰ء میں علامہ تقی الدین الہلالی المراکشی کی دارالعلوم میں آمد، ۱۹۳۱ء میں ندوة العلماء نے رسالہ "الضیاء" نکالنے کا فیصلہ کیا، اس کے تبادلہ میں مصر و شام اور حجاز وغیرہ سے موقر عربی رسائل آتے تھے، ان میں "المؤید"، "السواء"، "الشفافة"، "الفتح"، "الرسالہ"، "المنار" جیسے بلند پایہ رسائل ہوا کرتے تھے، مولانا مسعود عالم ندوی اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے مقالات المصنفین میں بھی شائع ہوا کرتے تھے، دونوں حضرات عالم عربی کے حالات و واقعات پر تبادلہ خیال اکثر کیا کرتے تھے، جن موضوعات پر ان حضرات کی گفتگو ہوا کرتی ان میں سر فہرست وہاں کے دینی و دعوتی حالات ہوا کرتے تھے، اس زمانہ میں قضیہ فلسطین کی بھی بڑی شہرت تھی، فلسطینی شہریانہ سے "الحامیة الاسلامیہ" نامی رسالہ نکلتا تھا جس میں مفتی امین السنینی کا نام بڑے احترام سے لکھا جاتا تھا، ۱۹۳۳ء میں ایک وفد نے ہندوستان کا دورہ کیا

جو مصر کی ممتاز شخصیت محمد علی علویہ ہاشمی کی قیادت میں تھا، اس وفد میں مفتی امین السنینی بھی تھے، یہ وفد ندوہ کی دعوت پر لکھنؤ بھی آیا، دارالعلوم کے عہدید ہال میں وفد کے اعزاز میں جلسہ ہوا، مفتی صاحب نے قضیہ فلسطین پر تفصیل سے روشنی ڈالی، اس کے بعد ندوة العلماء کے ترجمان رسالہ الضیاء میں قضیہ فلسطین کے مختلف پہلوؤں پر مقالات کے ذریعہ روشنی ڈالی جاتی رہی، عالم عربی خصوصاً اور عالم اسلام کے متعلق عام طور پر مضامین و مقالات شائع کئے جاتے، برصغیر کی اہم دینی، دعوتی اور علمی شخصیات، تحریکوں اور سرگرمیوں کے بارے میں ندوة العلماء سے مضامین ارسال کئے جاتے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا پہلا مضمون اس وقت کے مشہور رسالہ المنار میں علامہ رشید رضا نے شائع کیا جو بعد میں مستقل طور سے کتابچہ کی شکل میں شائع ہوا، یہ مضمون حضرت سید احمد شہید سے متعلق تھا، اس کے بعد مشہور داعی و عالم شیخ محبت الدین الخطیب کے رسالہ "الفتح" میں اکبر الہ آبادی کی شخصیت اور شاعری کے متعلق مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا مفصل مضمون شائع ہوا، جس کا عنوان تھا: "الحضارة الغریبة الوافدة و اثرها فی الحیل المنقطف"۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی جب ۱۹۳۲ء میں حجاز گئے تو ایک طرح سے عالم عربی کے ادبا و اورداعیوں سے براہ راست رابطہ قائم ہوا، ۱۹۵۱ء کے سفر حج کے بعد مولانا مصر و سوڈان، شام، اردن اور ترکی تشریف لے گئے، مصر کے زمانہ قیام میں تقریباً ان تمام ممتاز علماء، داعیوں اور سیاسی قائدین سے ملاقاتیں ہوئیں جو عالم عربی کے مختلف حصوں میں آزادی کی تحریکوں کی قیادت کر رہے تھے، اس زمانہ قیام میں قاہرہ میں مفتی امین السنینی سے طویل اور مستند ملاقاتیں ہوئیں، حضرت مولانا

نے براہ راست ان کی زبان سے فلسطین کے المیہ کے بارے میں بڑی تفصیل سے معلومات حاصل کیں، حضرت مولانا نے مفتی صاحب کے متعلق جو ثرائی مضمون تحریر فرمایا ہے وہ ”پرانے چراغ“ کے پہلے حصہ میں ہے، اس میں تحریر فرماتے ہیں:

۱۹۵۱ء میں جب ہم لوگ قاہرہ گئے تو ایک دعوت میں مفتی صاحب سے اچانک ملاقات ہوئی، بڑی گرم جوشی اور محبت سے ملے، ندوۃ العلماء کے حالات پوچھتے رہے، لکھنؤ کی آمد کا ذکر کرتے رہے، اس جلسہ کا ذکر کیا، اس کے بعد مفتی صاحب نے اپنے دولت کدہ پر بھی مدعو کیا، اور بہت جلدان کے اور ہمارے درمیان ایسا رابطہ قائم ہو گیا جو ایک خورد اور بزرگ کے درمیان ہوتا ہے۔ (۹۳/۱)

مولانا آگے تحریر فرماتے ہیں: ”بیروت میں بھی میری مفتی صاحب سے متعدد ملاقاتیں ہوئیں، فلسطین کا مسئلہ ان کے لیے محض ملی مسئلہ نہیں تھا، خاندانی، انفرادی اور ذاتی مسئلہ تھا ایک آدھ مرتبہ میں نے ان کے سامنے بھی کہا کہ آپ ابوالقضیہ المصلطیہ ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو جس خاص خصوصیت سے نوازا تھا وہ یہ کہ مسئلہ فلسطین کے کئی پہلو ہیں، اس کا ایک پہلو سیاسی ہے، اس کا ایک قومی پہلو ہے، اس کا ایک جغرافیائی پہلو ہے، اس کا ایک اقتصادی پہلو ہے، وہ سب پہلو اپنی جگہ پر اہم ہیں اور ہمارے لیے سب پہلو قابل لحاظ ہیں اس لیے کہ اس کا تعلق ایک خاص سرزمین سے ہے، سرزمین انبیاء سے ہے، لیکن مفتی صاحب کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ شروع سے آخر تک مسئلہ فلسطین کو بیت المقدس کے زاویہ سے دیکھتے تھے، یعنی ان کے لیے مسئلہ فلسطین کی اہمیت اور قیمت یہ تھی کہ اس سرزمین میں بیت المقدس ہے جو مسلمانوں کا قبلہ اولیٰ ہے اور عراج نبوی کی چمکی منزل تھی اور اسے ہمیشہ

حقائق معلوم ہوئے، فرمایا کہ عرب حکومتوں اور عرب لیگ کے ذریعہ یہود جہاں تک پہنچ گئے وہ اس کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتے تھے، وہ تو سرزمین فلسطین کی ایک بالشت زمین کو بھی غنیمت جانتے تھے، مگر اس کو کیا سمجھتے کہ عرب حکومتوں ہی نے ان کو موقع دینا شروع کیا اور ملک کے بڑے حصے پر قابض کر دیا جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا، شیخ توفیق الحسینی نے عرب لیگ کو اس المیہ کا ذمہ دار قرار دیا۔ (ص: ۳۱۷، ۳۱۸)

شیخ توفیق الحسینی نے خود مجھ سے اس مجلس میں بیان کیا کہ وہ ایک جلسہ میں گئے جس میں شامی سفیر متعین مصر نے بلائی تھی، اس جلسہ میں بڑے بڑے ذمہ دار اور عرب کے وزراء شریک ہوئے، محفل میں شراب کا دور چلا اور میں ڈبڈبائی آنکھوں سے یہ منظر دیکھتا رہا، وہ برابر جام پر جام چڑھاتے رہے، یہاں تک کہ ان کو مردوں کی طرح ان کے ڈرائیوروں نے اپنے ہاتھوں اٹھا کر موٹروں میں ڈالا اور ہوٹلوں میں پہنچایا۔ شیخ نے فرمایا کہ جو عرب فوجیں سرحدوں پر متعین تھیں وہ بھی فسق و فجور اور شراب و شباب میں مبتلا تھیں، بھلا ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ کی مدد کیسے آسکتی ہے۔“ (ص: ۳۱۹)

مزید کہتے ہیں: ”ہماری ملاقات بیت المقدس کے دینی امور کے نگران استاذ اسعد عالم سے ہوئی جنہوں نے المیہ فلسطین کے زمانہ کا واقعہ چشم دید بیان کیا کہ بیت المقدس پر چاروں طرف سے تابوتوں بموں سے حملے ہو رہے تھے مگر صحر پر کوئی بم نہ پڑ سکا، صحر اور مسجد دونوں محفوظ رہے، استاذ اسعد نے قدس کے فوجی حاکم احمد علمی باشا سے اس صورت حال کے بارے میں گفتگو کی تو انہوں نے کہا کہ ان واقعات کو ریڈیو پر بار بار موثر انداز میں بیان کریں، اور عالم عربی کے عوام و خواص سے موثر انداز میں اپیل کریں، ہم نے یہ بھی کیا مگر کسی کے کان پر جوں

تک نہیں رہی، افسوس ہے کہ اس وقت بھی یہی صورت حال ہے جو آج سے ساٹھ سال پہلے تھی، اب بھی غزہ کے محاصرہ اور بیت المقدس کے چاروں طرف دیواروں کی کھدائی کا تذکرہ دن رات کیا جا رہا ہے لیکن مجرمانہ حد تک تمام عربوں کی زبانیں خاموش ہیں۔“

حضرت مولانا نے استاذ اسعد سے کئی ملاقاتیں کر کے المیہ فلسطین کے حقیقی اسباب کو جاننے کی پوری کوشش کی تاکہ اس کے حقیقی حل تک مسلمانوں کی رہنمائی کی جاسکے، مولانا نے استاذ اسعد سے گفتگو کے بعد جو نتیجہ نکالا وہ یہ تھا کہ مسلمانوں کی اخلاقی پستی آخری درجہ کو پہنچ چکی ہے، استاذ اسعد نے ان کو یہ بھی بتایا کہ ایک مرتبہ مسجد اقصیٰ کے امام کی عدم موجودگی میں ہم نے جمعہ کا خطبہ دیا اور نماز پڑھائی اس خطبہ میں ہم نے المیہ فلسطین کے اسباب بیان کئے اور ماضی و حال کا موازنہ کیا میں ابھی مسجد سے نکلا ہی تھا کہ قدس میں موجود برطانوی حاکم تک ہماری شکایت پہنچائی جا چکی تھی، چنانچہ مجھ سے جواب طلب کر لیا گیا۔

مولانا نے خود اپنے تاثرات کا تذکرہ بڑے آہ و کراہ کے ساتھ کیا ہے، وہ لکھتے ہیں اور گویا ایک طرح سے مستقبل میں پیش آنے والے المناک اور روح فرسا حوادث کی پیشین گوئی کر رہے تھے، فرماتے ہیں: ”میں کوئی صاحب کشف و ادراک کا مالک تو نہیں مگر میں ایسا محسوس کر رہا تھا جیسے مسجد اقصیٰ میں ایک افسردگی کی کیفیت طاری ہے اور وہ اپنے تعلق رکھنے والوں کے لیے مشتاق ہے، جیسے وہ برے سے بُرے اور خطرات و حوادث سے پُردنوں کا اشارہ دے رہی ہے، میرے دل میں رنج و غم کا طوفان امنڈ آیا اور قلب کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔“ (ص: ۳۲۱)

مولانا نے اپنی ڈائری میں فلسطینی مسلمانوں

کو جس حال میں دیکھا اس کا تذکرہ بڑے دلدوز انداز میں کیا ہے، آج بھی ساٹھ سال کے بعد فلسطینی مسلمان اپنے ہی ہم نام مسلمان قائدین کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں، ان کے دل ٹوٹے ہوئے اور سر جھکے ہوئے ہیں، میں جس کسی کے پاس پہنچتا اس کو شکستہ خاطر اور زخم خوردہ پاتا، وہ ایسے واقعات بیان کرتا جو آنکھوں کو اٹھلکار اور دل کو غمزہ بنا دیتے، وہ عرب زعماء اور قائدین پر تنقید کرتا، جیسے پورا فلسطین زبان حال سے کہہ رہا تھا ع

حمیت نام ہے جس کا گئی تیور کے گھر سے مولانا جب قدس سے واپس دمشق پہنچے تو ان سے قضیہ فلسطین کے بارے میں مقالہ پڑھنے کی درخواست کی گئی، سور یہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر ذریق کی صدارت میں یہ جلسہ یونیورسٹی ہال میں ہوا، حضرت مولانا نے تاریخی شواہد اور واقعات کو سامنے رکھ کر ”العوامل الاساسیة لکسارۃ فلسطین“ کے عنوان سے مقالہ تیار کیا، اس جلسہ میں شامی پارلیمنٹ کے اسپیکر ڈاکٹر معروف و الدیمی، ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی (ممتاز عالم وداعی اور خوانی رہنما علامۃ الشام شیخ بھجیہ البطار، مشہور شاعر استاذ عمر بہاء الامیری، متعدد ممبران پارلیمنٹ جیسے استاذ محمد المبارک، آرٹس کالج کے پروفیسر ڈاکٹر محمود طرابلسی، استاذ سعید افغانی، جیسے ممتاز ادیب، متعدد وزراء کے علاوہ ادبی و علمی رسائل کے مدیر بھی تھے۔

مولانا نے اس پڑھے لکھے مجمع کے سامنے فلسطین کے سانحہ کے بارے میں جو نقطہ نظر پیش کیا وہی صحیح اسلامی نقطہ نظر ہے، ندوۃ العلماء کے ترجمان اس وقت سے آج تک اس نقطہ نظر کی ترجمانی کرتے ہیں، اس نقطہ نظر کو ہم حضرت مولانا ہی کے الفاظ میں نقل کرتے ہیں جو قرآن

وحدیث اور اسلامی تاریخ کے وسیع و گہرے مطالعہ اور تجزیہ پر مبنی ہے۔

المیہ فلسطین کے پس منظر اور اس سانحہ کے اسباب کی بنیادوں کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا نے فرمایا کہ: ”اصول و عقیدہ پر مبنی اور جان کی بازی لگا دینے والے جذبات و احساسات کا فقدان تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر چھوٹے بڑے کے دل میں ایمان و یقین، شہادت کا شوق اور حصول جنت اور اس کی طلب کا عشق پیدا کر دیا تھا یہی عربوں کا سب سے بڑا سرمایہ تھا جو مغربی تہذیب اور مادیت کے سیلاب میں تباہ و برباد ہو گیا، جب عرب اس پونجی سے محروم ہو گئے تو دشمن ان پر آسانی سے غالب آ گیا، دوسرا سبب المیہ فلسطین کا یہ تھا کہ عقل کا احساسات پر غلبہ اور خطرے و جانفشانی کے جذبات کا فقدان، ضرورت سے زیادہ سوچ اور انجام و نتائج سے خوف و ہراس تھا، تیسرا سبب یہ تھا کہ عرب حکومتوں اور قوموں میں کوئی ایسا شخص نایاب تھا جس پر مسئلہ فلسطین کا اتنا غلبہ ہو جو اس کے فکرو احساس پر چھایا جائے، اور یہی اس کی سب سے اہم لگن بن جائے، سوچے تو اس کے بارے میں سوچے اور زندہ رہے تو اس کی خاطر، تاریخ اسلام میں سیدنا ابوبکر صدیق اور سلطان صلاح الدین ایوبی کی مثالوں سے ہم یہ بات آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ ان دونوں حضرات کی طرح اگر کوئی شخص موجود ہوتا جس کی حالت فلسطین کے بارے میں ایسی ہوتی جیسے اس ماں کی ہوتی ہے جس کے اکلوتے فرزند کو اس کی گود میں ذبح کر کے ڈال دیا گیا ہو تو یہ ناممکن تھا کہ فلسطین ہمارے ہاتھ سے نکل جاتا، اس امت میں جب تک ایسے افراد نہ ہوں گے ہمارا کوئی مسئلہ حل نہیں ہو سکے گا۔“ (ص: ۳۲۶)

(جاری)

آئیے ہم سب مل کر جینا سیکھیں!

مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی

میرے بزرگو، دوستو! یہ جو زمانہ ہمارا ہے اس میں دو چار بڑی مشکلیں آ رہی ہیں، جن کو آسان آپ ہی کر سکتے ہیں، کیونکہ مشکل بھی آپ ہی لائے ہیں، تو جو مشکل لاتا ہے وہی اس کو حل بھی کر سکتا ہے، وہ مشکلیں یہ ہیں کہ پہلے معاملہ یہ تھا کہ جہالت تھی، پتیارے ان پڑھ ہوتے تھے، سیدھے سادے ہوتے تھے، لیکن آج کل جہالت پڑھ لکھ گئی ہے، اس لئے آج کل پڑھے لکھے حقیقت میں پڑھے لکھے نہیں ہیں، ان کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔

پہلا مسئلہ

میرے دوستو، بزرگو اور جلسے میں آئے ہوتے محترم سامعین! ابھی آپ اتنی دیر سے اچھی اچھی باتیں سن رہے ہیں، اور یہ بات سب کو اچھی لگتی ہے کہ اچھی باتیں کہی جائیں، اچھی باتیں سنی جائیں اور اچھے لوگ سنیں تو اچھا ہی اچھا ہے، مگر اچھا کہنا اور بات ہے اور اچھا کرنا اور بات ہے۔ خوب کہنا اور ہے اور خوب کرنا اور ہے، کہنا تو بہت آسان ہے، مگر آج کل حالات ایسے ہیں کہ کہنا بھی آسان نہیں، تو کم از کم ایسا تو ہونی چاہئے کہ کہنا بھی آسان نہیں، تو یہاں اچھے کا مطلب یہ ہے کہ کہا جا رہا ہے۔ اپنے میں تو سب اچھا کہتے ہیں اور ان کو اچھا کہا جاتا ہے ان کے ماننے والے ان کی داد دیتے ہیں، واہ واہ بہت اچھی بات کہی ہے، لیکن بات یہ ہے کہ آپ کے حلقہ کے باہر والے آپ کو اچھا کہیں تو یہ ایک اچھی علامت ہے۔

کی ہے اور میں تو اس لائن کا آدمی نہیں ہوں، لیکن میرے ایک دوست M.B.A. کئے ہوئے ہیں، انہوں نے بتایا کہ M.B.A. میں یہ پڑھایا جاتا ہے، وہ پڑھایا جاتا ہے تو میں نے ان کے سامنے سن لینے کے بعد یہ تبصرہ کیا کہ وہ عوام کو بیوقوف بنانے کا ایک طریقہ ہے اور دیکھنے میں وہ ایک ڈگری ہے۔

میں جہاں سے گزرتا ہوں وہاں بڑے بڑے بورڈ اور پوسٹر لگے ہوئے ہیں بلکہ اب تو ہر جگہ لگ گئے ہیں، B.B.A., M.B.A., B.C.A. پتہ نہیں کیا کیا لکھا رہتا ہے اس پر، تو آج کل جہالت اتنی پڑھ لکھ گئی ہے کہ ان کو کیسے سمجھایا جائے یہ بڑا مسئلہ ہے، ہمارے بدھی جیوی بیٹھے ہوئے ہیں یہ سوچیں کہ ہم نے باتیں تو بڑی اچھی کر لیں لیکن یہ جو پڑھے لکھے بیٹھے ہوئے ہیں ان کو سمجھائیں کیسے؟ ایک مسئلہ تو یہ ہو گیا۔

دوسرا مسئلہ

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اس وقت فنکاری کا دور ہے چاروں طرف فنکاری ہے اور یہ اس قدر بڑھ گئی ہے کہ جو سینما میں کام کرنے والے لوگ ہیں، ان کی فنکاری ہر ایک کے دماغ میں گھس گئی ہے۔ یہ اندر سے نہایت سیاہ، اوپر سے بڑے اچھے، میں یہ ایسے ہی نہیں کہ رہا ہوں، ان میں سے جو اندر سے نکل آتے ہیں، سیاسی سے وہ باہر آ کر کہتے ہیں اندر مت جانا وہاں "اندھیرا ہو رہا ہے بجلی کی روشنی میں" یہ دیکھنے میں بڑے اچھے معلوم ہوتے ہیں بڑے خوشگوار موڈ میں دکھائی دیتے ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کے دل کی ہر کلی کھلی ہوئی ہے، ہر وقت ہنس رہے ہیں۔ ہر شخص لالچ سے دیکھتا ہے کہ یہ زندگی مجھے ملی ہوتی لیکن اگر صحیح معلوم ہو جائے تو کہتے کہ کاش مجھے یہ زندگی کبھی نہ ملتی، تو یہ جو باتیں ہیں ایسی

ہی نہیں ہیں، یہ باتیں غور طلب ہیں، یہ باتیں ہمارے اندر بڑھتی چلی جا رہی ہیں، پیدا ہوتی چلی جا رہی ہیں، یہاں تک کہ یہ فنکاری ادھر بھی آگئی ہے کہ ہم جب تک تقریر کرتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم سے اچھا بولنے والا کوئی نہیں بڑی عمدہ عمدہ باتیں کریں گے، بڑے عمدہ عمدہ پلان بنائیں گے کہ معلوم ہوگا کہ ان سے اچھا بولنے والا، ان سے اچھا سمجھانے والا کوئی پیدا ہی نہیں ہوا اور یہ میں اپنی بات نہیں کر رہا ہوں یہ حضرت محمد ﷺ نے بھی ایک موقع سے فرمایا تھا کہ ایک شخص آیا بڑی عمدہ عمدہ باتیں کر رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "ما اخلدہ، ما اظرفہ" کہ دیکھنے میں بڑا اچھا چہرہ، دیکھنے تو لوگ رعب کھا جائیں اور باتیں سننے تو لوگ مدہوش ہو جائیں لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے دل میں سیاہی کے علاوہ کچھ نہیں باتیں ہیں زبانی جمع خرچ ہے، اندر کچھ بھی نہیں ہے۔ اور یہ آپ ﷺ نے نشانی آخری دور کی بتائی تھی کہ ایک دور ایسا بھی آئے گا۔

عقل کا استعمال

تو میرے بھائیو اور دوستو! پہلے تو ہم لوگ اپنی عقل کو صحیح کریں اور ہر شخص اپنی جگہ پر کرے، عقل کا استعمال دیکھئے، ایک بات بالکل دو دو چار کی طرح ہے اللہ میاں نے ہم کو کتنی چیزیں دی ہیں، کہا ہے کہ ان کا استعمال بھی کروا کر استعمال نہیں کریں گے تو وہ چیز بیکار ہو جائے گی، آنکھ اگر بند رکھیں دو چار مہینے، دو چار سال تو آپ کی آنکھ کی روشنی کم ہو جائے گی، ہاتھ اگر اٹھائے رہیں یا لٹکائے رکھیں یا لیٹے رہیں پٹنگ پر دو چار مہینے تو آپ بیکار ہو جائیں گے۔ تو اس پر والے نے کہا چلو، اور اوپر والے کا معاملہ بڑا

عجب ہے کہ انسان جب چلتا ہے تو ہاتھ ہلتے ضرور ہیں، اس طرح خود بخود ورزش ہو رہی ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی کہا کہ اس کا استعمال بھی صحیح کروا کر ہاتھ کا استعمال دو طرح سے ہے ایک تو یہ کہ آپ دوسروں کو ماریں، قتل کریں اور دوسرے یہ کہ جو پریشان حال ہیں ان کی مدد کریں ہاتھ سے۔ تو ہاتھ کے دو استعمال ہوئے اسی طرح ہر چیز کے دو استعمال ہیں۔

عقل کا بھی استعمال صحیح ہونا چاہئے، عقل کی تین قسمیں ہیں۔ ایک مکاری ہوتی ہے، ایک حماقت ہوتی ہے، اور تیسری ذہانت اور عقلمندی ہوتی ہے، عقل جب بہت آگے چلے لگتی ہے جیسے آج کل چل رہی ہے ان کو ادھر پلانا، ان کو ادھر ڈھکیلا، ان کو جیل بھیجا، ان کو یہ کیا تو اسے مکاری کہتے ہیں جو آج کل یہ سیاسی باز مگر کر رہے ہیں۔ اور دوسری حماقت ہے، حماقت ان لوگوں کی ہے جن لوگوں نے اپنی عقل کو ڈبیا میں بند کر دیا ہے استعمال ہی نہیں کرتے، ہر چیز میں بہت بڑے لال بھنگو لیکن بعض چیزوں میں بالکل بے عقل ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں ان کو کہا گیا ہے کہ: "آخرت کے علم کے بارے میں کہ مرنے کے بعد کہیں اور جانا ہے، ان کی عقل پتھر ہو گئی ہے، حقیقت میں وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں بلکہ اندھے اور بہرے ہو گئے ہیں۔"

یہ عجیب و غریب صورت حال ہے، تو نہ مکاری ہو نہ حماقت ہو، عقل مندی اور ہوش مندی ہو بلکہ عقل کا صحیح استعمال ہو، اس کی مثال دیتا ہوں آپ سمجھ جائیں گے، جیسے یہ ڈیک ہے اس پر ٹیک لگائے ہوئے ہوں، یہ لکڑی کا بنا ہوا ہے، اور اگر میں یہ کہوں کہ یہ خود سے بن گیا ہے، پتھر کٹا اور بھاگتا ہوا چلا آیا اس حال میں فٹ ہو گیا اور میں کھڑے ہو کر بولنے

لگا، تو کوئی صحیح نہیں مانے گا، اور صحیح ماننا بھی نہیں چاہئے بے عقلی کی بات ہے، لیکن اگر کوئی کہے بڑھتی نے بنایا ہے تو اس میں کوئی شبہ نہیں ہے لیکن بڑھتی کالاتھا، لباتھا، گورا تھا، کس برادری کا تھا یہ کوئی نہیں بتا سکتا جب تک کہ بڑھتی سے براہ راست رابطہ نہ ہو، تو ایک بات تو یہ ہے کہ بنانے والے کو ہم سمجھ لیں گے کہ بڑھتی ہے بنانے والا لیکن کیسا ہے اس پر عقل لگائی تو کالے کو گورا کریں گے، گورے کو کالا کریں گے لہجے کو چھوٹا کریں گے، چھوٹے کو لمبا کریں گے اور اگر چور ہے تو شاہ کریں گے، شاہ ہے تو چور کریں گے، تو اس کو بھی سمجھنے کی ضرورت ہے کہ عقل کا استعمال کہاں صحیح کرنا ہے، اور اس کا استعمال کس طرح کرنا ہے، تو میرے بھائیو یہ عقل بہت اہم ہے اور مثالیں ہمارے سامنے ہیں لیکن حسیان نہیں دیتے، سوچتے نہیں، دیکھتے آپ ہم سب جانتے ہیں جتنے لوگ یہاں بیٹھے ہیں کہ اگر ہم بینک میں جائیں، پیسہ جمع کرنا ہے دس لاکھ روپے لیکر جائیے اور منیجر صاحب سے دوستی بھی ہو اور آپ کہیں کہ روپے لے کر آیا ہوں اسے جمع کر لیجئے تو منیجر صاحب فوراً پوچھیں گے کہ کھاتہ نمبر کیا ہے آپ کا؟ آپ نے کہا کہ کھاتہ تو نہیں کھلویا تو منیجر کہے گا جمع کیسے ہوگا؟ کھاتہ تو کھلوانا ضروری ہے بھی پہلے کھاتہ کھلوائیے پھر جمع چاہئے اتنے جمع کیجئے، پانچ سو یا پچاس لاکھ جمع کیجئے، کھاتہ کھلوانا تو ضروری ہے تو اگر ہم کھاتہ ہی نہیں کھلوائیں گے تو جمع کیسے کریں گے؟

یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں لیکن غور طلب ہیں یہ جو موضوع ہے میں سوچ رہا ہوں اس موضوع پر کوئی بات سامنے آئی نہیں کہ ہماری ذمہ داریاں ہیں کیا؟ باتیں تو بہت اچھی ہوئیں لیکن ہماری ذمہ داریاں کیا

ہیں؟ اور ہم کو کرنا کیا ہے؟ تو میں نے یوں تو اشارے کئے ہیں یہی ذمہ داریاں ہیں جب تک یہ نہ کریں گے، جیسے ہم وہاں آئیں اور آپ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، ہم سے بہت دور اور ہم کہیں آپ سے کہ آئیے صاحب مصافحہ کر لیجئے، اور وہ وہیں سے ہاتھ بڑھائیں اور ہم یہاں سے ہاتھ بڑھائیں تو کبھی مصافحہ نہیں ہوگا، کچھ آپ کر آئیے، کچھ ہم چل کر آئیں، جب مصافحہ ہوگا، اور جب مصافحہ ہوگا تو ظاہر ہے کہ اگر میرا ہاتھ ٹھنڈا ہوگا تو آپ کو محسوس ہوگا، اور آپ کا ہاتھ گرم ہے تو مجھے محسوس ہوگا، تو میں پوچھوں گا کہ آپ کی یہ گرمی کیوں؟ اور آپ پوچھیں گے کہ آپ کی یہ سردی کیوں؟ اور آگے دونوں کا معاملہ ہوگا، پھر دوستی ہو جائے گی، ایک دوسرے کو جانے پہچانے پھر مسئلہ حل ہوگا، تو پہلے مصافحہ تو کریں، قریب تو آئیں، اس کے بعد باتیں تو بہت ہوں گی لیکن مصافحہ تو کریں۔

یہاں ہم انسان ہیں

ایسے میں ہماری پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ ہم انسان ہیں یا نہیں یہ طے کرنا ہے، اور چہ کرنا ہے کی علامت Measurement ہوتی ہے ویسے اس کی علامت ابھی بتاتا ہوں کہ انسان ہونے کی علامت کیا ہے؟ جب ہمارے سامنے کوئی آئے تو ہم اپنے کو فوراً چیک کریں کہ دل خوش ہو یا رنجیدہ ہوا، اگر خوش ہوا تو انسان ہیں، اور اگر رنجیدہ ہوا تو انسان نہ بنایا کہ ہماری پارٹی کا تو نہیں ہے یہ پہلے کیڑے پہنے ہے، یہ فلاں کیڑے پہنے ہے، تو پھر آپ کے علاج کی ضرورت ہے اور خدا خواستہ ایسا معاملہ ہو گیا کہ آپ نے دیکھا اس کو تو آپ خود بڑبڑانے لگے، اسے پتہ نہیں کہاں سے آگیا؟ اور اس کے بعد

انہوں نے کہا کہ کالی پکائیے، جھگڑا شروع ہو گیا وہ ملا کے چکر میں یہ کالی کے چکر میں، تو انہوں نے کہا کہ الگ کر لیجئے چولہا آپ ملا پکائیے ہم کالی پکائیں، تو مسئلہ ایسے ہی ہے لیکن قریب رہنا پڑے گا، اب الگ ہو گئے اس کی ضرورت ہے۔

تو سب سے پہلی ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم انسان بن جائیں، ہمارے اندر انسانیت پیدا ہو جائے، انسان سے محبت کرنے لگیں بس کیونکہ ہم سب کو بنانے والا ایک ہی ہے، اوپر والے نے کہا ہے، اس کے پیغمبر نے بتایا ہے: ”ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے اور اللہ کو سب سے پیارا وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ اچھا معاملہ کرے“ تو ظاہر ہے ہم کو اپنی سوچ بدلنا پڑے گی۔ رشی منی، سنت صوفی کیا کرتے تھے؟ پہلے سوچ بدلتے تھے پھر لوگ ان کے ہو جاتے تھے، ہمارے حضرت نظام الدین اولیاء کا ایک واقعہ ہے کہ ”ایک بار حضرت تشریف فرما تھے ظاہر ہے بزرگوں کے پاس لوگ ہدیہ وغیرہ لے کر آتے رہتے ہیں تو ایک صاحب قینچی لیکر آئے ان کے یہاں کی قینچی بہت مشہور تھی اور کہا کہ حضرت قبول فرما لیجئے تو حضرت نے فرمایا کہ بھئی ٹھیک ہے لیکن کاش کہ تم سوئی لاتے کیونکہ کاٹنے والے تو بہت ہیں سینے والے بہت کم“ ایسے ہی ایک بزرگ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ایک کشتی پر سوار تھے اس پر کچھ لڑکے بھی تھے جو انہیں پریشان کرنے لگے تو ظاہر ہے ان کو محسوس ہوا کہ یہ پہچانتے نہیں اس لئے ہمارا مذاق اڑا رہے ہیں، اللہ کا ایک فرشتہ آیا اور کہا اگر آپ کہیں تو انہیں ندی میں ڈال دیں، اور انہیں ابھی سخت سزا دی جائے تو ان بزرگ نے کہا اے پریشور اے پروردگار! جب آپ ان کو اٹھا کر دریا

میں ڈال سکتے ہیں تو آپ ان کے ذہن کو بھی بدل سکتے ہیں، تو اصل بات یہی ہے اور یہی پیغام انسانیت کا ہے کہ ذہن بدل جائے۔

انسانیت جب ہمارے اندر پیدا ہوگی تو ہر چیز ٹھیک اور ہر مسئلہ حل ہو جائے گا اور یہی بنیادی طور پر ہم نے طے نہیں کیا اور اس کے لئے آگے نہیں بڑھے، ایک دوسرے کو سمجھا نہیں اور ایک دوسرے کو برتا نہیں، تو ہمیں دورہ کر تو ظاہر ہے آدمی ڈرتا ہی رہتا ہے، بلکہ یہ ہوتا ہے یہاں کا پورا بھی مشہور رہا ہے فساد وغیرہ کے معاملے میں، تو جو دور رہتا ہے، جب وہ حادثہ کی خبر سنتا ہے تو زیادہ ڈرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ کیا ہو گیا؟ لیکن جب گھر ٹیلی فون کرتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ ارے بھائی! ایک محلے میں دو چار آدمی لڑ پڑے تھے اور کچھ نہیں، اور اسے میں کیا عرض کروں، ہمارے یہ میڈیا والے رائی کا پریت تو بناتے ہیں، اتنی سی خبر، موٹی سی سرٹی لگا دی، سب گھبرا گئے کیا ہوا؟ ایسے مسئلے ہوں تو اس کو دبا کر لکھتا چاہئے، اس سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ذہن خراب نہیں ہوتے اور جلدی سے مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ جب یہ اچھا دل دیتا ہے کسی مسئلے کو تو مسئلہ خراب ہو جاتا ہے۔ (جاری)

ڈاکٹر طفیل احمد مدنی کی رحلت، دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تعزیتی نشست

مشہور نعت گو شاعر اور اردو ادیب ڈاکٹر سید طفیل احمد مدنی آبادی کے انتقال پر روادۃ العلماء میں عالمی رابطہ ادب اسلامی کے زیر اہتمام ایک تعزیتی نشست ہوئی، جس میں ان کی علمی و ادبی خدمات کو یاد کیا گیا۔ اس موقع پر ندوۃ العلماء کے ناظم اور عالمی رابطہ ادب اسلامی شعبہ برصغیر کے صدر حضرت مولانا سید محمد رابع حسینی مدظلہ نے ڈاکٹر طفیل احمد مدنی کی ادبی اور علمی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ مرحوم عالمی رابطہ ادب اسلامی کے قیام کے وقت سے اس کے ممبر تھے، اور اس کے سیمیناروں میں شرکت کا اہتمام کرتے تھے، اور اس سلسلہ میں ان کے بیرون ملک کے بھی سفر ہوئے، خاص طور سے استنبول (ترکی) کے ادب اسلامی کے انٹرنیشنل سیمینار میں شرکت کی، اور ایک پرسوز نعت پیش کی جس کا برجستہ عربی ترجمہ مولانا عبدالنور ندوی مرحوم نے کیا تھا، اور اس طرح انہوں نے عرب ادب کی داد بخسین لی تھی۔ ڈاکٹر طفیل احمد مدنی کا ادبی مطالعہ بہت وسیع تھا، اردو کے ساتھ عربی ادبیات پر بھی ان کی نظر تھی، انہوں نے جامعہ الہ آباد میں عربی شعر و ادب کی تدریس کا عرصہ تک مشغلہ رکھا، اس طرح ان کا ادبی ذوق پختہ اور گفتگو ہو چکا تھا، عربی ادب میں ان کی کئی کتابیں ان کی تنقیدی بصیرت کا ثبوت پیش کرتی ہیں، ڈاکٹر صاحب دردآشنا دل رکھتے تھے، اور اہل دل کی محبت میں رہے ہیں، ان سب چیزوں نے لئ کر ان کے کلام خصوصاً تنقیر میں بڑی خوشگوار کیفیت، لطافت و حلاوت، تازگی اور شگفتگی پیدا کر دی ہے۔

ندوۃ العلماء کے معتد تعلیم اور رابطہ ادب اسلامی کے سکریٹری مولانا سید محمد واضح رشید حسینی ندوی نے ڈاکٹر صاحب کے انتقال پر گہرے رنج و الم کا اظہار کیا، اور ان کی وفات کو ایک طرح کا ذاتی اور خاندانی حادثہ قرار دیا، اور کہا کہ ڈاکٹر طفیل احمد مدنی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسینی ندوی سے تعلق رکھتے تھے، اور ان سے ذاتی امور میں مشورے لیا کرتے تھے، ندوۃ تشریف لاتے اور یہاں کئی روز قیام کرتے اور رمضان المبارک میں حکمے کلاں میدان پور (راے بریلی) تشریف لاتے اور اپنے نعتیہ کلام سے سامعین کو محظوظ فرماتے۔ مفکر اسلام کو ان کے اشعار بہت پسند تھے، اور وہ ان سے فرمائش کیا کرتے تھے اور انہوں نے اپنی کتاب ”کاروان زندگی“ میں مرحوم کے اس وصف کا تذکرہ کیا ہے، ڈاکٹر طفیل احمد مدنی خاندان قبلی حسینی کے رکن تھے، جس سے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسینی ندوی اور ان کے اہل خاندان کا خاندانی احتساب بھی ہے، کئی اہم کتابیں انہوں نے تصنیف کی، عربی ادب کی تاریخ اور اپنے خاندان کی علمی تاریخ اور اپنے مورث اعلیٰ سید قطب الدین مدنی کے حالات زندگی پر کتاب لکھی، انہیں یہ بھی شرف حاصل ہوا کہ مولانا علی میاں ندوی نے وفات سے پہلے اپنا آخری مقدمہ انہی کی کتاب پر لکھا تھا۔

مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء نے بھی ندوۃ العلماء اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے گہرے روابط کا تذکرہ کیا، اور ان کی شعری اور ادبی خدمات کو سراہا۔ ڈاکٹر طفیل احمد مدنی کو عربی زبان و ادب کی خدمات پر ۲۰۰۳ء میں صدارتی اور ڈی جی حاصل ہوا، ڈاکٹر صاحب بیک وقت عربی، فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ اردو میں ان کا مقبول اور مشہور نعتیہ کلام بھی شائع ہو چکا ہے۔ مرحوم کے تصنیفی کارناموں میں اہم کارنامہ ڈاکٹر احمد حسن زبیر کی مشہور کتاب ”تاریخ الادب العربی“ کی اردو میں تلخیص ہے، جو عربی ادب کے طلبہ کے درمیان بہت مقبول ہوئی، اور اس پر اردو اکیڈمی نے ان کو انعام بھی دیا۔ مولانا نذیر الحق ندوی از ہری (محمد کلیہ المذنب العربیہ و آدابہا دارالعلوم ندوۃ العلماء) نے ڈاکٹر طفیل احمد مدنی کے سانچہ وفات کو رابطہ ادب اسلامی کا ساتھ قرار دیا، رابطہ ادب اسلامی، ندوۃ العلماء اور ”تعمیر حیات“ سے ان کا گہرا تعلق تھا،

رابطہ ادب اسلامی کا ایک وفد ڈاکٹر صاحب کے جنازہ میں شرکت کے لئے الہ آباد گیا اور نماز و تدفین میں شرکت کی، نماز جنازہ استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا سید عبداللہ حسینی ندوی نے پڑھائی اور کئی پور قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ ☆☆☆

سوال و جواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

سوال: قربانی کن لوگوں پر واجب ہے؟

جواب: قربانی ان تمام مسلمانوں پر واجب ہے جو عاقل بالغ، عیقہ اور صاحب نصاب ہوں یعنی جن کے پاس اپنی ضروریات کے علاوہ کوئی بھی سامان یا نقد اتنی مقدار میں موجود ہو جو ساڑھے باون تولد کی قیمت کو پہنچ جائے۔ (الدر المختار علی رد المحتار ۶/۳۱۵)

سوال: کیا نابالغ بچوں کی طرف سے بھی قربانی کرنا والدین پر واجب ہے؟

جواب: صدقہ نظر تو نابالغ بچوں کی طرف سے بھی صاحب نصاب مالدار شخص پر واجب ہے لیکن قربانی بچوں کی طرف سے واجب نہیں ہے البتہ اگر والدین بچوں کی طرف سے بھی قربانی کریں تو یہ بہتر ہے۔ (قاضی خاں ۳/۳۲۶)

سوال: کیا قرض لے کر قربانی دی جاسکتی ہے؟

جواب: اگر کسی پر قربانی واجب ہو لیکن قربانی کرنے کے لیے بروقت مال قبضہ میں نہ ہو تو قرض لیا جاسکتا ہے۔ (رد المحتار ۹/۳۵۳)

سوال: قربانی کا وقت کیا ہے؟ اور کب تک قربانی کی جاسکتی ہے؟

جواب: قربانی کا وقت ۱۰ ذی الحجہ سے ۱۲ ذی الحجہ تک ہے البتہ شوافع کے یہاں تیرہ (۱۳) ذی الحجہ تک ہے، جن بچوں پر نماز عید واجب نہیں وہاں صبح صادق سے قربانی کی جاسکتی ہے اور جن بچوں پر نماز عید واجب ہے وہاں نماز عید کے بعد ہی قربانی ہوگی اس سے پہلے نہیں۔ (ہدایہ ۳/۳۲۷) البتہ شہر کی

بمحدفصیام ثلثة ایام فی الحج وسبعة اذا رجعتہم تلتک عشرة كاملة. (البقرہ: ۱۹۶) اس آیت میں روزہ رکھنے کی پوری وضاحت موجود ہے۔

سوال: میت کو ثواب پہنچانے کے لیے قربانی کرنا بہتر ہے یا مال صدقہ کرنا؟

جواب: قربانی کے دنوں میں میت کے لیے قربانی کرنا زیادہ بہتر ہے، بہ نسبت مال صدقہ کرنے کے، خلاصہ الفتاویٰ میں صراحت ہے کہ دس درہم کا جانور خرید کر قربانی کرنا بہتر ہے، اس سے کہ ہزار درہم صدقہ کروں "شرء الأضحیة بعشرة الرئی من ان یتصدق بالف". (خلاصہ الفتاویٰ ۳/۳۲۰)

سوال: میت کی طرف سے اگر قربانی کی جائے تو اس کے گوشت کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر میت وصیت کرے کہ مرنا یعنی یہ کہہ کر مرا کہ میرے مال میں سے میرے لیے قربانی کرنا تو ایسے قربانی کے گوشت کو فقراء اور مساکین پر خیرات کر دینا لازم ہے خود کھانا یا مالدار کو دینا درست نہیں ہے، ہاں! اگر ان کے مال سے قربانی نہیں کی خواہ وصیت کی ہو یا نہ کی ہو تو اس کے گوشت کا حکم وہی ہے جو اپنے مال سے قربانی کرنے کا ہے۔ یعنی خود بھی کھا سکتے ہیں اور اپنے مالدار دوست احباب وغیرہ کو دے سکتے ہیں۔ (رد المحتار کتاب الاضحیہ ۶/۳۳۶)

سوال: عورت اگر صاحب نصاب ہو اور اس کی طرف سے شوہر قربانی کر دے تو قربانی ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب: جب عورت صاحب نصاب اور مالدار ہے تو خود اس پر قربانی واجب ہے، وہ اپنے مال سے قربانی کرے یا پھر عورت کی اجازت سے شوہر قربانی کرے تو قربانی ادا ہو جائے گی، لیکن عورت کی اجازت یا اس کو مطلع کئے بغیر اس کا شوہر قربانی کرے گا تو واجب قربانی ادا نہ ہوگی۔ (فتاویٰ ہندیہ ۵/۳۹۳)

☆☆☆☆☆

ائمہ مساجد اور ان کا مقام و منصب

خالد فیصل ندوی

"اور ہم نے ان سب (حضرات انبیاء علیہم السلام) کو امام و پیشوا بنایا جو ہمارے حکم و ہدایت سے (عام لوگوں کی) رہنمائی کیا کرتے تھے، اور ہم نے ان کے پاس نیک کاموں کے کرنے، نماز کے قائم کرنے، اور زکوٰۃ دینے کی وحی کی، وہ سب کے سب ہمارے ہی عبادت گزار بندے تھے"۔ (انبیاء: ۷۳)

اسلام کے تمام ارکان میں سب سے زیادہ عظمت و اہمیت اور فضیلت و برکت والا رکن "نماز" ہے، اسلام لانے کے بعد سب سے پہلے واجب ہونے والا رکن یہی نماز ہے چنانچہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جب کوئی اسلام قبول کرتا تو حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کو (سب سے پہلے) نماز سکھایا کرتے تھے" (طبرانی) درحقیقت اس رکن "نماز" کی پانچوں وقت باجماعت ادا سنگی اسلام اور اس کے اجتماعی نظام کی جیتی جاگتی تصویر ہے اور باجماعت نماز کا یہ حسین و جمیل نظام تمام مسلمانوں کی بنی تعلیم و تربیت کا بیش بہا خزانہ ہے نیز مساجد میں عبادت و بندگی، اتابرت و رجوع الی اللہ، ذکر و تلاوت اور دعاء و مناجات کا سہانا سا اسی نظام جماعت کا ثمرہ و نتیجہ ہے یہی وجہ ہے کہ آپ نے بچپن سے نماز باجماعت ادا کرنے کی بڑی تاکید اور ترغیب فرمائی ہے اور اس کے چھوڑنے پر سخت تنبیہ اور بڑی وعید سنائی ہے، احادیث مبارکہ میں باجماعت نماز کے بہت سے فائدے بیان ہوئے ہیں، ایک حدیث شریف میں ہے کہ اذان و اقامت والی نماز باعث مغفرت اور دخول جنت کا موجب ہے۔ (ابوداؤد) ایک حدیث میں آپ نے

(سفر و حضر میں) دو آدمیوں کی موجودگی میں جماعت سے نماز پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے اور دونوں میں سے بڑے (افضل و بہتر) کو امام بنانے کا حکم دیا ہے چنانچہ حضرت مالک بن حورث سے مروی حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز کا وقت آجائے تو اذان دو، تکبیر (اقامت) کہو اور جو بڑا ہو وہ امامت کرے" (ابن ماجہ) انہی وجوہات کی بنا پر اس عظیم، موثر اور مفید رکن "نماز" کے لیے مساجد کا قیام اور مساجد میں امامت کا نظام انتہائی ضروری فریضہ ہے۔ امامت بڑی عزت و عظمت والا، بڑے مقام و مرتبہ والا اور بلند منصب والا دینی عمل ہے حضور پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک طرح کی نیابت ہے اور تمام حضرات انبیاء علیہم السلام اور حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی ایک گونہ قائم مقامی ہے، علامہ شبلی نعمانی نے بالکل بجا فرمایا ہے کہ امامت کا منصب درحقیقت نبوت کا ایک شعبہ ہے اور امام کی فطرت قریب قریب پیغمبر کی فطرت کے واقع ہوتی ہے" (الفاروق ۲/۲۰۶) اس لیے ترجیحی طور پر امام ایسے شخص کو بنانا چاہئے جو موجودہ نمازیوں میں، دوسروں کے مقابلہ میں، اس عظیم مقصد کے لیے سب سے زیادہ اہل اور موزوں ہو جو کتاب الہی قرآن مجید سے خاص شغف و شوق رکھتا ہو اور بڑا حصہ یاد ہو جس کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت و عمل میں سب سے زیادہ تعلق و لگاؤ ہو، اور قوانین شریعت اور فقہی مسائل پر خاص عبور حاصل ہو ایک حدیث شریف میں مستحق امامت کی ترتیب بہت واضح

انداز میں بیان ہوئی ہے، آپ کا ارشاد ہے کہ "جماعت کی امامت وہ شخص کرے جو ان میں سب سے زیادہ کتاب اللہ کا پڑھنے والا ہو پھر وہ آدمی امامت کرے جو سنت اور شریعت کا زیادہ علم رکھتا ہو، پھر وہ امامت کرے جو عمر کے لحاظ سے مقدم ہو" (مسلم مختصر) نیز ایک حدیث میں جماعت کے سب سے بہتر شخص کو امام بنانے کا تاکید بھی حکم آپ نے اپنی امت کو دیا ہے کہ "تم میں جو اچھے اور بہتر ہوں ان کو اپنا امام بناؤ" (تبخاری) ان جیسی تمام احادیث مبارکہ کے ساتھ ساتھ آپ کا عمل مبارک بھی ہمارے لیے اسوہ و نمونہ ہے، آپ نے مرضی اللغات میں علم و عمل کے لحاظ سے امت کے افضل ترین شخص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنی نیابت اور امامت کے لیے نامزد اور مامور فرمایا "فی الواقع نماز باجماعت کے قیام کی بنا پر امام کو دنیا و آخرت میں بڑا مقام و مرتبہ اور بڑی عزت و عظمت حاصل ہے، احادیث میں عظمت، عزت اور سعادت کا مژدہ سنایا گیا ہے اور ان کے بہت سے حقوق و آداب بیان ہوئے ہیں، ان میں سے چند حقوق درج ذیل ہیں۔

ہم مسلمانوں پر ائمہ مساجد کا سب سے اہم حق یہ ہے کہ ہم تمام ان کے شانہ و شان عزت اور احترام کریں، کیونکہ ان کی حیثیت دنیا میں آپ کے نائب اور قائم مقام کی ہے، مقتدیوں کے امیر و مقتدی کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں ائمہ کرام تمام مقتدیوں کے نمائندے اور سفارشی ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ "تمہارے امام (اللہ تعالیٰ کے حضور میں) تمہارے نمائندے یا سفارشی ہیں" (دارقطنی، اتحاف السادہ) امام آخرت میں اپنی امامت کی وجہ سے قابل رشک ہوں گے، عزت و احترام کے مقام بلند پر فائز ہوں گے، اور مغفرت، بلندی درجات اور داخلہ جنت کے مستحق ہوں گے، چنانچہ مختلف احادیث مبارکہ میں ان حقیقتوں کو نہایت ہی موثر اسلوب میں بیان

کیا گیا ہے ایک حدیث میں ہے کہ "تمن قسم کے لوگ قیامت کے دن منگ کے ٹیلے پر ہوں گے، ان پر اگلے پچھلے سب لوگ رشک کریں گے (ان تمن میں سے دوسرا وہ خوش نصیب) امام ہے جس نے لوگوں کی امامت کی اور لوگ اس سے راضی اور خوش رہے" (ترمذی مختصر) ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ جس نے کسی مسجد میں سات سال تک امامت کی تو اس کے لیے بغیر حساب و کتاب کے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ (ترمذی)

اسی طرح سے ائمہ مساجد دنیا میں سراپا رحمت ہیں چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ "مسجد میں افضل ترین جگہ امام کے بالکل پیچھے ہے، رحمت سب سے پہلے امام سے شروع ہوتی ہے پھر جو اس کے پیچھے ہوتا ہے، پھر دائیں، پھر بائیں پھر پوری مسجد (رحمت) کو گھیر لیتی ہے،" حضرات ائمہ کرام کی ان فضیلتوں کا تقاضا ہے کہ ان کا صدق دل سے احترام کیا جائے، ان کی کسی ناقابل فہم عمل پر زبان درازی نہ کی جائے، اور ہر حال میں ان پر نقد و اعتراض سے دور رہا جائے کیونکہ اولی الامر بالخصوص امیر و امام، عالم و قاری اور عالم و فاضل پر نقد و اعتراض کرنا بہت ہی نقصان دہ، ان کی سفارش و دعا سے محرومی اور بہت ہی قابل نفرت عمل ہے، کیوں کہ ان پر نقد و اعتراض سے ان کی بے عزتی، توہین اور تذلیل ہوگی اور یہ عمل گناہ کا بھی باعث ہے اور حدیث کے سراسر خلاف ہے ایک حدیث میں ہے کہ "حالیین قرآن (امیر و امام، حافظ و قاری اور عالم و فاضل) کی تعظیم کرے وہ شک جس نے ان کی تکبر کی اس نے میری تکبر کی" (جامع صغیر)

ائمہ مساجد کا دوسرا بڑا حق یہ ہے کہ نماز کے ادا کرنے میں خاص طور سے رکوع و سجود میں ان کی پوری بیروی کی جائے کیوں کہ حدیث میں ہے کہ "امام اسی لیے بنائے جاتے ہیں کہ ان کی بیروی کی جائے" (بخاری و مسلم) نیز ایک دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا کہ "لوگو! امام پر سبقت نہ کرو، جب امام بکیر تحریر میرے "اللہ اکبر" کہے تو تم "اللہ اکبر" کہو اور جب امام "ولا الضالین" کہے تو تم "آمین" کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع اور جب وہ "سمع اللہن حمدہ" کہے تو تم اللہ ربنا لک الحمد کہو" نیز حضرات صحابہ کرام ادا کرنے میں آپ کی پوری اقتداء بیروی فرمایا کرتے تھے، چنانچہ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "حضرات صحابہ کرام آپ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے (تو آپ کی مکمل بیروی کرتے تھے) جب آپ رکوع فرماتے تو حضرات صحابہ کرام بھی رکوع فرماتے اور جب آپ "سمع اللہن حمدہ" کہتے تو ہم صحابہ کرام سیدھے کھڑے رہتے یہاں تک کہ حضرات صحابہ کرام آپ کی بیروی میں سجدہ کرتے" (ابوداؤد)

اسی طرح آپ نے اپنی امت کو امام سے پہلے ارکان نماز ادا کرنے پر بہت ہی سخت تنبیہ و تہدید فرمائی ہے ایک حدیث میں آپ نے فرمایا کہ "اے لوگو! رکوع، سجدہ، قیام میں (مجھ سے) پہل نہ کرو، میں تم لوگوں کو اپنی پشت کی طرف سے بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح سامنے سے دیکھتا ہوں" (مسلم) ایک دوسری حدیث میں نہایت سخت لب و لہجہ میں یہ وعید سنائی ہے کہ "جو شخص امام سے پہلے سجدہ سے اپنا سر اٹھاتا ہے، کیا وہ نہیں ڈرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر بنا دے یا اس کی صورت گدھے کی صورت میں بدل دے" (ابوداؤد) ایک اور حدیث میں ہے کہ "جو مقتدی (رکوع و سجود میں) اپنا سر امام سے پہلے اٹھاتا یا جھکا تا ہے تو اس کی پیشانی شیطان کے قبضہ میں ہے۔" (مشکوٰۃ)

افضہ کرام کسی ذمہ داریاں بہر کیف ان حقوق کے ساتھ ساتھ حضرات ائمہ کرام کی کچھ خاص خاص ذمہ داریاں بھی ہیں، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ "جو شخص جماعت

کی امامت کرے، اس کو چاہئے کہ خدا سے ڈرے اور یہ یقین رکھے کہ وہ (مقتدیوں کی نماز کا بھی) ذمہ دار اور ضامن ہے اور اس سے اس ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا، اگر اس نے اچھی نماز پڑھائی تو پیچھے پڑھنے والے سب مقتدیوں کے مجموعی ثواب کے برابر اس کو ثواب ملے گا" (طبرانی) ان ذمہ داریوں میں سب سے اہم ترین ذمہ داری یہ ہے کہ حضرات ائمہ کرام تمام مقتدیوں کی رعایت کریں اور ان مقتدیوں میں سے خاص کر بیمار، کمزور، بوڑھے، ضرورت مند اور تنگ ہارے محنت کش نمازیوں کا لحاظ بھی کریں، اور مستنون قرأت کا معمول اپنائیں، اور رکوع و سجود کی تسبیحات میں معتدل تعداد اختیار کریں، اور نماز کی سنن و مستحبات کا بھی خیال رکھیں کیوں کہ آپ نے مقتدیوں کی رعایت کرنے کا حکم بہت تاکید کے ساتھ فرمایا ہے اور اپنے عمل مبارک سے بھی آپ نے "معتدل نماز" ہی پڑھانے کا اسوہ و نمونہ پیش کیا ہے، احادیث مبارکہ میں ان تمام باتوں کو خوب واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ "جب تم میں سے کوئی لوگوں کی امامت کرے تو اس امام کو چاہئے کہ وہ ہلکی نماز پڑھائے، کیوں کہ مقتدیوں میں بیمار، کمزور اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور جب تم میں سے کوئی تنہا نماز پڑھے تو جتنی چاہے لمبی نماز پڑھے (بخاری و مسلم) اور ایک حدیث شریف میں آپ کا معمول یہ منقول ہے کہ آپ لوگوں کو توبیہ ہلکی نماز پڑھاتے لیکن خود نماز پڑھتے توبیہ نماز پڑھتے" (مسند احمد) ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا کہ "کبھی ایسا ہوتا ہے کہ (میں نماز شروع کرتا ہوں اور میرا ارادہ کچھ طویل نماز پڑھنے کا ہوتا ہے لیکن میں کسی بچے کے رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو نماز میں اختصار کر دیتا ہوں کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ اس کے رونے کی آواز سے اس کی ماں کا دل کتنا زیادہ پریشان ہوگا" (بخاری)..... (بقیہ صفحہ ۳۰ پر)

۲۸

عالم اسلام

جاوید اختر ندوی

شاہ عبداللہ کی ۳ لاکھ سے زائد قرآن پاک تقسیم کرنے کی ہدایت
سعودی عرب کے حکمران شاہ عبداللہ نے اندرون ملک اور باہر کی تنظیموں کو قرآن مجید کے نسخے فراہم کرنے کے احکامات جاری کر دیئے ہیں، سعودی گزٹ کے مطابق شاہ عبداللہ نے 3,77,258 قرآن مجید کے نسخے تقسیم کرنے کی ہدایت دی ہے۔ یہ نسخے انگریزی، اردو، فرانسیسی، فلپائنی، مالی، جرمن، روس، چینی، کورین اور انڈونیشیائی زبانوں میں ترجمے کے ساتھ فراہم کئے جائیں گے۔

کناڈا میں ماہ رفتہ (6600) ملازمین بے روزگار

کناڈا میں گزشتہ ماہ کے دوران (6600) ملازمین کو بے روزگار ہونا پڑا، جب کہ ہاؤسنگ کے شعبہ میں بھی سست رفتاری کا رجحان غالب رہا، بین الاقوامی ذرائع ابلاغ کے مطابق ماہ ستمبر میں کناڈا میں مجموعی طور پر (6600) افراد کو اپنی ملازمتوں سے ہاتھ دھونے پڑے، جبکہ ماہرین نے اندازہ لگایا تھا کہ بے روزگار ہونے والے افراد کی تعداد 10 ہزار ہو سکتی ہے۔ کناڈا میں اس وقت بے روزگاری کی شرح 8 فیصد ہے، اقتصادی ماہرین کے مطابق کناڈا کی معیشت کا امریکی معیشت سے گہرا تعلق ہے، امریکی بجٹ کو اس وقت سخت خسارے کا سامنا ہے، جس کے اثرات سے کناڈا بھی محفوظ نہیں

ہے، کناڈا میں ہونے والے ایک سروے کے مطابق مختلف کمپنیوں نے آئندہ سال کے دوران تجارت اور کاروبار میں اضافہ کا امکان ظاہر کیا ہے۔

اسرائیل نے صہیونی بستیوں کی تعمیر تیز کر دی

مشرق وسطیٰ میں قیام امن کی کوششوں میں مصروف ایک گروپ نے انکشاف کیا ہے کہ مغربی کنارے میں فلسطینی مقبوضات پر صہیونی بستیوں کی تعمیر میں کئی گنا تیزی دیکھنے میں آئی ہے، "پیس پاؤ" گروپ کا کہنا ہے کہ اسرائیلی حکومت کی جانب سے گزشتہ ماہ مغربی کنارے میں صہیونی بستیوں کی تعمیر پر عائد دس ماہ کی طویل پابندی اٹھانے جانے کے بعد صہیونی آبادکاروں کی جانب سے علاقہ میں تقریباً چھ سو (600) گھروں کی تعمیر کا عمل شروع کر دیا گیا ہے، بیان میں مذکورہ گروپ نے دعویٰ کیا ہے کہ مغربی کنارے میں جاری صہیونی بستیوں کی تعمیر کا عمل نومبر ۲۰۰۹ء کے مقابلے میں چار گنا تیزی سے انجام دیا جا رہا ہے، جبکہ اسرائیلی حکومت کی جانب سے علاقہ میں یہودی آبادکاروں کو کئی تعمیرات سے روک دیا گیا تھا۔

گروپ کا کہنا ہے کہ وہ فلسطینی علاقوں میں صہیونی بستیوں کی تعمیر کے حوالہ سے اپنی تفصیلی رپورٹ آئندہ ہفتہ جاری کرے گا، واضح رہے کہ اسرائیلی و فلسطینی رہنماؤں کے درمیان براہ راست مذاکرات کا عمل مغربی کنارے میں صہیونی بستیوں کی

تعمیر کے معاملہ پر تعطل کا شکار ہے، فلسطینی حکام مغربی کنارے اور یروشلم کے مشرقی حصے کو مستقل کی فلسطینی ریاست کا حصہ دیکھنا چاہتے ہیں، جب کہ اسرائیل کی جانب سے ان علاقوں میں یہودی بستیوں کی تعمیر کا عمل دونوں فریقوں کے درمیان جاری تنازعہ کے حل میں رکاوٹ بنا ہوا ہے۔

اسرائیل قبضہ ختم کرے
کویتو لک کیلڈا کے رہنماؤں نے اسرائیل پر زور دیا ہے کہ وہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کو تسلیم کرتے ہوئے اور عالمی قوانین کو ملحوظ رکھتے ہوئے عرب سرزمین پر قبضہ چھوڑ دے، کویتو لک کیلڈا کا یہ بیان ویکٹین میں مشرق وسطیٰ کے پشپس کے اجلاس کے بعد آیا ہے، یہ اجلاس عیسائیوں کے سب سے بڑے روحانی پیشوا پوپ بینڈکٹ نے طلب کیا تھا، گزشتہ کئی دنوں سے جاری اس اجلاس کی افتتاحی تقریب میں منظور کردہ اعلامیہ میں اسرائیل سے کہا گیا ہے کہ وہ فلسطینیوں کے خلاف ناانصافیوں کو درست اور مناسب ٹھہرانے کے لئے بائبل کا استعمال نہ کرے، عیسائی رہنماؤں نے عالمی برادری پر زور دیا ہے کہ ۱۹۶۷ء میں سلامتی کونسل کی منظور کردہ قرارداد پر عمل درآمد کرایا جائے۔

افغانستان جنگ کے نتائج امید کے برعکس

ایک امریکی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ افغانستان کی جنگ کے نتائج بالکل برعکس آرہے ہیں، اور ماہرین نے جنگ سے قبل جو اندازہ لگایا تھا وہ بالکل ناکام رہا، اس رپورٹ کے تیار کرنے میں تقریباً پچاس ایسے لوگ شامل رہے جو امریکی سیاست اور حالات کی تجزیہ نگاری میں مشہور ہیں۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ امریکہ کو افغانستان

۲۹

MOHD. YASIN MOHD. YAMIN PERFUMERS

EXPORTERS & IMPORTERS

Laryeb Shamama	لیب شامہ
Ehamama Abid Special	شامت عابد اسپیشل
Amber Abid	عبر عابد
Musik Amber	مشک عابر
Attar Benz	عطر بنتا
Attar Gulab	عطر گلاب
Attar Keora	عطر کیوڑہ
Attar Motia	عطر موتیا
Attar Zafran	عطر زعفران
Rooh Khus	روح خش
Jannatul Firdaus	جنت الفردوس
Majma	مجموعہ



Kannauj-209725 (U.P.)

Tel. : 05694-234445, 234725, Fax : 234388
Mobile : 09839208298 (Mohd. Furqan)
E-mail : mymykannauj@yahoo.co.in

R.U. KHAN
MOBILE : 9335916892, 9415001164
E-mail : ace-label-world@in.com
rukhawise@gmail.com

ACE LABEL WORLD

We help make brands!

Manufacturers Quality Woven Labels, Monograms And Tags
C-10, Wazirpur, Wazirpur, Hazratganj, Lucknow-01 (U.P.) INDIA

MAQBOOL JEWELLERS

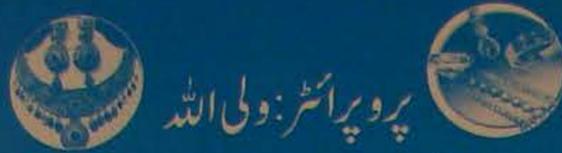
مقبول جویلا

Jutey Wali Gali, Aminabad Lucknow Shop No. 5-13 Gali Market, Mahanagar Lucknow
Mob. : 9919091462-9919091462 Ph: 0522-4000130 (S) - 4001130

Mohd. Zubair 0522-2618629
Mohd. Salman 09415028247
09919091462

Sahara FOOTWEAR

35, Amethi House, Near Post Office, Aminabad, Lucknow-8



ولی اللہ جویلا

WALIULLAH Jewellers



ALL KINDS OF GOLD, SILVER
& DIAMOND JEWELLERY

Mob. 9415090544, 9936672278
Phone : 0522-2627446 (S)
e-mail : waliullahjewellers@gmail.com
Jutey Wali Gali, Aminabad, Lucknow



ممبئی کے قارئین کی خدمت میں

ممبئی کے قارئین "قیمت جات" سے گزارش ہے کہ "قیمت جات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے پر فریاد
پینے کے سلسلہ میں ان کے یہ پرہیزگارہم کریں، ہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید ملے گی۔

ALAUDDIN TEA

44, Haji Building S.V. Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Tele Add Cupkettle

Ph: 23460220-23468708

CAFE FIRDOS

Partly Air Condition

MOGHALAI & CHINESE FOOD

Tel.: 23424781 - 23459921

145, Sarang Street, Crawford Market, Mumbai-400003

Contact
Mr. M. Ali 9919091462
Mr. M. Imran 9415757256
Mr. M. Zeeshan 9044556611

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز

اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ

Shirt, Trousers, Coats, Embroidered Sherwanis, Pullowers,
Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties

شادی بیاہ، تہہ بہہ اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ، تقریباً لاکھوں قابل بھروسہ برائے

menmark

Men's Boutique

MFG, Wholesale, Export & Retail
58, Halwasia Market, Hazratganj, Lucknow-226001

حضرت اسمعیل علیہ السلام کی قربانی

حقیقت جانندہری

- بشارت خواب میں پائی کہ اٹھ ہمت کا سماں کر
- غلیل اللہ اٹھے خواب سے دل کو یقین آیا
- پہاڑی پر سے دی آواز اسمعیل ادر آؤ
- پدر کی یہ صدا سن کر پسر دوڑا ہوا آیا
- پدر بولا کہ بیٹا آج میں نے خواب دیکھا ہے
- یہ دیکھا کہ میں خود آپ تجھ کو ذبح کرتا ہوں
- سعادت مند بیٹا جھک گیا فرمان باری پر
- رضا جوئی کی یہ صورت نظر آئی نہ تھی اب تک
- جب بشارت تھے دونوں رضائے رب عزت پر
- کہا فرزند نے اے باپ اسمعیل صابر ہے
- مگر آنکھوں پر اپنی آپ اپنی ہاندھ لیجئے گا
- مبادا آپ کو صورت پہ میری رحم آجائے
- پسر کی بات سن کر باپ نے تعریف فرمائی
- ہوئے اب ہر طرح تیار دونوں باپ اور بیٹا
- چھری پتھر پہ رگڑی ہاتھ کو حلقوم پر رکھا
- زمیں سبھی پڑی تھی آسمان ساکن تھا بے چارہ
- پدر تھا مطمئن بیٹے کے چہرے پر بحالی تھی
- مشیت کا مگر دریائے رحمت جوش میں آیا
- ہوئے جبرئیل نازل اور تھا ہاتھ حضرت کا
- یہ طاعت اور قربانی ہوئی منظور یزدانی
- ہمیشہ کے لیے اس خواب صادق کا ثمر لیجئے
- غرض ذبیہ ہوا قربان اسمعیل کے صدقے

خطاب اس دن سے اسمعیل نے پایا ذبح اللہ
خدا نے آپ ان کے حق میں فرمایا ذبح اللہ

